احادیث رسول ﷺ سے منتخب

۶۰ ساٹھ دلچسپ واقعات

حمیدی

اُردو ترجمہ

ستون قصۃ رواھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم والصحابۃ الکرام رضی اللہ عنہم

مؤلف

محمد بن حامد بن عبد الوہاب

مترجم

مولانا خالد محمود صاحب

WWW.PAKSOCIETY.COM

بیت العلوم

۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۳۵۲۴۸۳-۷

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منتخب

۶۰ ساٹھ دلچسپ واقعات

اردو ترجمہ

ستون قصّة رواها النبى صلى الله عليه وسلم والصّحابة الكرام رضى الله عنهم

مؤلف

محمد بن حامد بن عبد الوهّاب

مترجم

مولانا خالد محمود صاحب

استاذ جامعہ اشرفیہ ۔ لاہور

بیتُ العُلوم

۲۰۔ نابھہ روڈ، پُرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۳۵۲۴۸۳

﴿مقدمہ﴾

ان الحمد للّٰہ نحمده ونستعينہ و نستغفره، ونعوذ باللّٰہ من شرور أنفسنا، وسيئات اعمالنا، من يهده اللّٰہ فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادى لہ، وأشهد أن لا إلہ إلا اللّٰہ وأن محمّدًا عبده و رسولہ.

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (آل عمران: ۱۰۲)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو (جیسا) ڈرنے کا حق ہے اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا''

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ (النساء: ۱)

''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور تم خدا تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے سوال کیا کرتے ہو اور قرابت سے بھی ڈرو''

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب: ۷۰، ۷۱)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو، اللہ تعالیٰ (اس کے صلہ میں) تمہارے اعمال کو قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا''

اما بعد! سب سے زیادہ سچی اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہترین طریقہ محمد مصطفیٰ

ﷺ کا طریقہ ہے اور دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کرنا بدترین کام ہے اور ہر نئی بات ایجاد کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ قصص اور واقعات انسانی نفوس پر گہرا اثر رکھتے ہیں اور خصوصاً جب وہ قصص اپنے تمام تاثیری عناصر و اسباب کے ساتھ پیش کئے جائیں تو انسانی ذہن ان کی طرف زیادہ مائل اور منجذب ہوتا ہے، نیز ان واقعات سے ایک اہم مقصد ہے اور وہ ہے عبرت و موعظت، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (الاعراف: ۱۷۶)

''یعنی آپ یہ واقعات بیان کریں تا کہ یہ لوگ غور وفکر سے کام لیں۔''

نیز فرمایا: ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى﴾ (یوسف: ۱۱۱)

''یعنی انبیاء اور سابقہ امتوں کے ان قصوں میں عقلمند لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے یہ قرآن جس میں یہ قصے موجود ہیں کوئی تراشی ہوئی بات تو ہے نہیں۔''

یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ کوئی واقعہ یا قصہ بیان کر کے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اصلاح و تربیت کیا کرتے تھے، تا کہ ان کے دل مضبوط ہوں اور ارادے پختہ ہوں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ﴾ (ہود: ۱۲۰)

''یعنی ہم پیغمبروں کے قصوں میں سے یہ سارے قصے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں''

محترم قارئین! قصص و واقعات کا یہ مجموعہ میں نے بہت سے قصوں سے منتخب کر کے تیار کیا ہے، میں نے اس سلسلے میں واقعہ کی صحت اور تنوع کا اہتمام کیا ہے۔ تقریباً ہر واقعہ کو بیان کرنے کے بعد اس سے حاصل ہونے والے فوائد و ثمرات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

اب اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو قاری، ناشر اور جامع سب کے لئے نافع بنائے۔

ھو ولیّ ذلک ونعم الوکیل

ابو مالک محمد بن حامد بن عبدالوھاب

۱۴۲۲/۳/۱۵ھ

(۱) ﴿سچی توبہ﴾

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ سابقہ امت میں تین آدمی تھے وہ ایک دفعہ کہیں چلے جا رہے تھے کہ دوران سفر ان کو ایک غار میں رات گزارنا پڑی، چنانچہ وہ تینوں ایک غار کے اندر داخل ہو گئے، تھوڑی ہی دیر کے بعد پہاڑ سے ایک بڑا پتھر سرکا اور اس نے آکر غار کا منہ بند کر دیا۔ سب کہنے لگے کہ اس پتھر سے نجات اور خلاصی کی یہی صورت ہے کہ ہر آدمی اپنے نیک اعمال کا اللہ تعالیٰ کے سامنے وسیلہ پیش کر کے دعا کرے، چنانچہ ان میں سے ایک آدمی نے یوں دعا شروع کی کہ اے اللہ! میرے بوڑھے ماں باپ تھے، میں ان سے پہلے اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلاتا تھا، ایک دن میں درختوں کی تلاش میں دور نکل گیا، جب شام کو واپس آیا تو وہ دونوں سو چکے تھے، میں نے ان کے لئے رات کا دودھ دوہا، جب ان کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا تو وہ سوئے ہوئے تھے، میں نے ان کو جگانا پسند نہیں کیا اور مجھے یہ بات بھی اچھی نہ لگی کہ ان سے پہلے اپنے بچوں کو دودھ پلاؤں، چنانچہ میں اسی حالت میں کہ دودھ کا پیالہ میرے ہاتھ میں تھا اور ان کے بیدار ہونے کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ ساری رات گزر گئی اور صبح صادق ہوگئی اور بچے میرے قدموں میں بلبلاتے رہے، پھر وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے دودھ نوش کیا، اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا جوئی کے لئے کیا تھا تو اس پتھر کی وجہ سے جس پریشانی میں ہم مبتلا ہیں اس کو دور کر دے، چنانچہ وہ پتھر تھوڑا سا ہٹ گیا کہ ابھی اس سے نکلنا مشکل تھا، پھر دوسرے آدمی نے یوں دعا کی کہ اے اللہ! میری ایک چچا زاد بہن تھی، وہ مجھے بہت پسند تھی، ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میں اس سے اس قدر محبت کرتا تھا جس قدر کوئی مرد عورت سے محبت کرتا ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ، ایک دن میں نے اس سے برائی کا ارادہ کیا تو وہ نہ مانی، حتیٰ کہ وہ قحط میں مبتلا ہوئی تو

میرے پاس آئی، میں نے اس کو ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ مجھے برائی کا موقع دے گی، وہ تیار ہوگئی، یہاں تک کہ جب میں نے اس پر قابو پالیا، ایک روایت میں ہے کہ جب میں اس کی دو ٹانگوں کے درمیان (مباشرت) کے لئے بیٹھ گیا تو وہ کہنے لگی کہ خدا سے ڈرو، جائز طریقہ ہی سے پردہ بکارت زائل کرو، پس میں اس سے دور ہوگیا حالانکہ وہ مجھے بہت زیادہ محبوب تھی اور جو سونا میں نے اس کو دیا تھا واپس نہیں لیا، اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری خوشنودی کے لئے کیا تھا تو اس مصیبت سے ہمیں نجات دیدے جس میں ہم سب مبتلا ہیں، چنانچہ وہ پتھر تھوڑا سا مزید اپنی جگہ سے ہٹ گیا کہ ابھی اس سے نکلنا مشکل تھا، پھر تیسرے آدمی نے دعا کی کہ اے اللہ! میں نے چند مزدور اجرت پر رکھے تھے، ایک آدمی کے سوا سب کی مزدوری میں نے ادا کردی، وہ آدمی جس کی مزدوری میں نے ادا نہیں کی تھی وہ اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا تھا، میں نے اس کی اجرت کو بڑھایا یہاں تک کہ اس سے اموال کثیرہ ہوگئے، پھر ایک عرصہ کے بعد وہ آیا اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! میری اجرت مجھے دے دو میں نے کہا کہ یہ اونٹ، گائے، بکریاں اور غلام وغیرہ جو تجھے نظر آرہے ہیں یہ سب تیری ہی اجرت ہے۔" اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! میرے ساتھ مزاح نہ کر، میں نے کہا کہ میں تیرے ساتھ مزاح نہیں کر رہا ہوں، چنانچہ اس نے وہ سارا مال لیا، اور سارے جانور ہانک کر لے گیا، کوئی چیز نہیں چھوڑی، اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو ہمیں اس مصیبت سے چھٹکارا عطا فرمادے جس میں ہم سبھی مبتلا ہیں۔ چنانچہ وہ پتھر دور ہوگیا اور وہ تینوں اس غار سے نکل کر آگے کو روانہ ہوگئے۔

[اخرجہ البخاری (۲۲۷۲) و مسلم (۲۷۴۳) و احمد (۲/۱۱۶)]

فوائد حدیث

۱۔ معلوم ہوا کہ مصائب و مشکلات کے پیش آنے پر اللہ تعالیٰ سے دعاء کرنی چاہئے اور یہ تعمیل حکم بھی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (غافر: ۶۰)

"یعنی تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعا کیا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔"

۲۔ نیک اعمال کو وسیلہ میں پیش کرنا جائز ہے۔

۳۔ کرب و بلا سے نجات حاصل کرنے میں بندہ کے تقویٰ کو بڑا دخل ہوتا ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا﴾ (الطلاق: ۲)

"یعنی جو شخص تقوی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ مصائب سے نکلنے کی کوئی نہ کوئی راہ نکال دیتے ہیں"

۴۔ اس حدیث سے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خدمت گزاری کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ نیز معلوم ہوا کہ ان کو دوسروں پر ترجیح دینا باعث فضیلت کام ہے۔

۵۔ پاکدامنی اور غیر محرم عورتوں سے دور رہنے کی فضیلت معلوم ہوئی۔

۶۔ عقد اجارہ کا جواز معلوم ہوا جس کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایسا معاملہ ہے جو متعین قیمت پر ایک مدت کے لئے کسی منفعت کے حصول پر کیا جائے۔

قرآن کریم میں اس کی مشروعیت پر یہ آیت دلیل ہے: "فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ" (الطلاق: ۶) اور حدیث نبویؐ میں یہ فرمان دلیل ہے: "تین اشخاص ایسے ہیں جن کا میں خود قیامت کے روز فریق بنوں گا، آپؐ نے ان تین افراد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ آدمی جس نے کسی کو اجیر کے طور پر رکھا، اس سے پورا پورا کام لیا، لیکن اس کی اجرت اس کو نہیں دی۔" [رواہ البخاری (۲۲۲۷)]

۷۔ اس سے حسن معاملہ کی فضیلت معلوم ہوئی۔

۸۔ اس سے معلوم ہوا کہ معاملات میں امانت کی ادائیگی اور فیض و سخاوت سے کام لینا بہت اچھا عمل ہے۔

۹۔ اس سے ثابت ہوا کہ اولیاء کرام کی کرامات برحق ہیں جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔

(۲) فرعون کی بیٹی کی خادمہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''معراج کی رات میں نے پاکیزہ خوشبو محسوس کی تو میں نے پوچھا: اے جبریل علیہ السلام! یہ عمدہ خوشبو کیسی ہے؟ جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ خوشبو اصل میں فرعون کی بیٹی کی اس خادمہ اور اس کی اولاد کی ہے جو (خادمہ) اس کا کنگھا کیا کرتی تھی، میں نے اس کا حال پوچھا تو جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن وہ بیٹھی فرعون کی بیٹی کے کنگھا کر رہی تھی کہ اس کے ہاتھ سے اچانک کنگھا گر گیا اور اس نے کہا بِسْمِ اللّٰہِ'' فرعون کی بیٹی نے کہا کہ کیا یہ میرا باپ مراد ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں: بلکہ وہ اللہ جو میرا بھی اور تیرا بھی بلکہ تیرے باپ کا بھی رب ہے، فرعون کی بیٹی نے کہا کہ کیا میرے باپ کے سوا بھی تیرا کوئی رب ہے؟! اس نے کہا کہ ہاں، اس نے کہا کہ میں یہ بات اپنے باپ کو بتاؤں گی؟ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے، جاؤ بتا دو، چنانچہ فرعون کی بیٹی نے اپنے باپ کو ساری بات بتا دی، فرعون نے اس کو بلایا اور پوچھا کہ اے فلاں عورت! کیا میرے سوا بھی تیرا کوئی رب ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں، میرا اور تمہارا رب، اللہ ہے۔ فرعون نے پیتل کی بنی ہوئی ایک گائے لانے کا حکم دیا، چنانچہ وہ لائی گئی، اس میں پانی ڈال کر خوب گرم کیا گیا، پھر اس خادمہ کے بچوں کو ایک ایک کر کے اس میں ڈالا جانے لگا، خادمہ نے (اس دوران) کہا کہ میری ایک خواہش ہے؟ فرعون نے کہا کہ تیری کیا خواہش ہے؟ اس نے کہا کہ میری یہ خواہش ہے کہ میری اور میرے بچوں کی ہڈیوں کو ایک ہی کپڑے میں ڈال کر ایک ساتھ دفن کر دیا جائے، فرعون نے کہا کہ ٹھیک ہے، تیری یہ آرزو پوری کر دی جائے گی۔ چنانچہ اس کے بچوں کو (پیتل کی اس) گائے کے اندر برابر ڈالا جاتا رہا یہاں تک کہ اس کے شیر خوار بچے کی نوبت آئی تو ماں اس کی وجہ

سے بے ہمت ہونے لگی تو بچہ نے کہا کہ اے اماں! مجھے بھی ڈال دو، کیوں کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں بہت ہلکا ہے''

[اخرجہ احمد (۱/۳۰۹) والطبرانی فی الکبیر (۱۲۲۷۹) و ابن حبان (۲۸۹۲)]

فوائد حدیث

۱۔ جب فتنہ اور آزمائش کا دور ہو تو صبر اور ثابت قدمی دکھانی چاہئے۔

۲۔ بدلہ، عمل کی جنس میں سے ہے۔

۳۔ جو شخص اپنے دین پر قائم رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتا اس کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا کیا کرتے ہیں، جیسا کہ فرمایا:

﴿اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ﴾

''یعنی صبر کرنے والوں کو بے حساب پورا پورا اجر دیا جائے گا''

۴۔ معلوم ہوا کہ سرکش اور ظالم آدمی سے ایسے امر کا مطالبہ کرنا جائز ہے جس میں اس کی مصلحت موجود ہو، جس طرح اس عورت نے فرعون سے یہ مطالبہ کیا کہ اس کی اور اس کے بچوں کی ہڈیاں اور ان کی راکھ کو ایک ہی جگہ میں دفن کیا جائے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے لئے مصائب و شدائد سے نکلنے کی راہ ضرور پیدا کیا کرتے ہیں۔

۶۔ صالحین اور صالحات کی کرامات ثابت ہوئیں۔

۷۔ جو کام خارق العادت (مافوق العادت) ہو اس کا تعلق بھی کرامات سے ہے۔

(۳) فرماں بردار اور نافرمان

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

کہ ’’بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے جو باہم مقابلہ کیا کرتے تھے، ان میں سے ایک گنہگار اور دوسرا عبادت گزار تھا، جو عبادت گزار تھا وہ دوسرے کو گناہ میں مبتلا دیکھ کر برابر یہی کہتا تھا کہ گناہ سے باز آ، گناہ سے باز آ، ایک دن ایسا ہوا کہ اس نے گناہ میں مبتلا دیکھ کر کہا کہ گناہ کو چھوڑ بھی دو، اس (گنہگار) نے جواب دیا کہ مجھے میرے رب کے سپرد کرو، کیا تم میرے نگران بن کر بھیجے گئے ہو؟ اس (عبادت گزار) نے کہا کہ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ تیری مغفرت نہیں کریں گے یا اس نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے جنت میں داخل نہیں کریں گے، ان دونوں کی موت کا وقت آیا، دونوں کی ارواح قبض کی گئیں، پھر ان کو رب العالمین کی بارگاہ میں پیش کیا گیا، اللہ تعالیٰ نے عبادت گزار آدمی سے فرمایا کہ کیا تو میرے حکم کو جانتا تھا؟ یا فرمایا کہ کیا میرے اختیارات کے سلسلے میں تجھے کوئی قدرت حاصل تھی؟ اور گنہگار شخص سے فرمایا کہ تم میری رحمت کے طفیل جنت میں داخل ہو جاؤ اور دوسرے کے لئے فرمایا کہ اس کو دوزخ میں لے جاؤ‘‘

[اخرجه احمد (۲/۳۲۳) و ابوداؤد (۴۹۰۱)، ابن المبارک فی الزھد (۳۱۴) و ابن ابی الدنیا فی حسن الظن (۴۵) و البغوی فی شرح السنة (۱۴/۳۸۵)]

فوائد حدیث

۱۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیکی کی ترغیب اور بدی سے روکنا چاہئے۔

۲۔ کسی کے روکنے اور منع کرنے سے برائی سے رک جانا چاہئے، اور تکبر اور عناد کی وجہ سے اپنے گناہ پر اڑے نہیں رہنا چاہئے۔

۳۔ مخلوق خدا کو اللہ کی رحمت و مغفرت سے ناامید نہیں کرنا چاہئے۔

۴۔ بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی بات کہنا بھاری جرم ہے۔

۵۔ اللہ رب العالمین کی رحمت کی وسعت معلوم ہوئی۔

۶۔ جو شخص کسی دوسرے کو جنتی یا دوزخی قرار دے وہ درحقیقت اپنے لئے خدائی کا دعویٰ کرتا ہے۔

۷۔ اس حدیث سے اس شخص کی مذمت معلوم ہوئی جو مخلوق خدا کے درجات مقرر کرتا ہو کہ یہ شخص خوش بخت ہے اور یہ بد بخت ہے۔

(۴) ﴿چیونٹیوں کا بل اور خدا کے ایک پیغمبر﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’ایک دفعہ ایک چیونٹی نے خدا کے ایک پیغمبر کو کاٹ لیا تو انہوں نے چیونٹیوں کا سارا بل ہی جلا دینے کا حکم دیا اور وہ جلا دیا گیا، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر وحی آئی کہ ایک چیونٹی کے کاٹنے پر آپ نے ان کی پوری بستی جلا دی حالاں کہ وہ (چیونٹی) میری تسبیح میں مشغول تھی؟!!‘‘

[اخرجه البخاری (۳۲۱۹) و مسلم (۲۲۴۱) و ابوداؤد (۵۲۶۵) و احمد (۲/۳۱۳) والنسائی (۷/۲۱۱) و ابن حبان (۷/۴۶۳) والبغوی (۱۲/۱۹۷)]

فوائد حدیث

۱۔ معلوم ہوا کہ جیسے دوسرے حیوانات کا مار دینا جائز نہیں ہے اسی طرح چیونٹیوں کو مار ڈالنا بھی جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی جانور موذی اور حملہ آور ہو تو اس کا قتل کرنا جائز ہے۔

۲۔ معلوم ہوا کہ حیوانات بھی اللہ تعالیٰ کی فی الحقیقت تسبیح کرتے ہیں۔

۳۔ آگ میں جلانا سابقہ شریعت میں جائز تھا لیکن ہماری شریعت (دین اسلام) میں آگ میں جلانا جائز نہیں ہے۔

۴۔ کسی رفیع الشان آدمی کا خلاف اولیٰ کام کا ارتکاب بھی قابل مذمت ہوتا ہے۔

۵۔ جنایت، بے قصور لوگوں تک متعدی نہیں ہوتی ہے۔ یعنی جس نے جرم کا ارتکاب کیا ہو وہی قابل سزا ہوتا، دوسرا نہیں۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی بھی ہے۔

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰی﴾ (فاطر: ۱۸)

''یعنی کوئی شخص دوسرے (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا''

۶۔ خدا کا عذاب جب آتا ہے تو مجرم اور غیر مجرم نافرمان اور فرماں بردار سب اس کے شکنجے میں آتے ہیں، ارشاد خداوندی ہے۔

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً﴾ (الانفال: ۲۵)

''یعنی اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص انہیں لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں''

۷۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر یا اس کی تسبیح میں مشغول ہو تو ذکر الٰہی کے احترام میں اس کو قتل کرنے یا مارنے یا کوئی اذیت پہنچانے سے گریز کرنا چاہئے۔

(۵) ﴿رحمت خداوندی کی وسعت﴾

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''سابقہ قوم میں ایک آدمی تھا جس نے نوسو ننانوے آدمی قتل کئے تھے (اس کو ندامت ہوئی) اس نے لوگوں سے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کا پتہ معلوم کیا تو اس کو ایک راہب کا پتہ بتایا گیا چنانچہ وہ اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ اس نے نو سو ننانوے آدمی قتل کئے ہیں، کیا اس کے لئے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ اس راہب نے کہا کہ نہیں، یہ سن کر اس نے اس کو بھی قتل کر دیا، اس طرح سو کا عدد پورا کر دیا، پھر اس نے لوگوں سے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے ایک عالم کی طرف اس کی رہنمائی کر دی، چنانچہ وہ اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ اس نے سو جانیں قتل کی ہیں، کیا اس کے لئے توبہ کی کوئی گنجائش ہے؟ اس نے کہا کہ کیوں نہیں، بالکل ہے، بھلا اس کے اور توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے؟ تم ایسا کرو کہ فلاں علاقہ میں چلے جاؤ، وہاں تمہیں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے ملیں گے تم ان میں شامل ہو کر اللہ کی عبادت اور بندگی شروع کر دینا اور اپنے

علاقہ میں واپس ہرگز نہ آنا کیوں کہ یہ برا علاقہ ہے، چنانچہ وہ چل پڑا۔ ابھی آدھے راستہ پر تھا کہ موت کا وقت آ گیا، رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے آپس میں بحث کرنے لگے، رحمت کے فرشتے کہنے لگے کہ یہ شخص توبہ تائب ہو کر اپنے قلب کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر کے نکلا تھا اس لئے اس کی روح ہم قبض کریں گے، عذاب والے فرشتے کہنے لگے کہ اس نے تو کبھی کوئی نیکی ہی نہیں کی۔ اس لئے ہم اس کی روح قبض کریں گے، پھر ایک فرشتہ انسانی صورت میں آیا اور اس نے ان کے درمیان محاکمہ کرتے ہوئے کہا کہ دونوں زمینوں کے درمیان کا فاصلہ پیمائش کر لو جس طرف زیادہ قریب ہو اس کا حکم لگایا جائے، چنانچہ جب پیمائش کی گئی تو اس زمین (علاقہ) کے زیادہ قریب پایا گیا جس طرف جانے کا وہ ارادہ رکھتا تھا۔ چنانچہ رحمت کے فرشتوں نے اس کی روح کو قبض کیا۔ [اخرجه البخاری (۳۴۸۰) و مسلم (۲۷۶۶)]

فوائد حدیث

۱۔ جو شخص کسی بلا و مصیبت میں گرفتار ہو اسے چاہئے کہ اکابر علماء کے پاس جائے تا کہ وہ اس کی مشکلات کا کوئی حل نکال سکیں اور اس مصیبت سے نکلنے کی کوئی سبیل بتا سکیں۔

۲۔ جو شخص عمداً اور دانستہ طور پر کسی کو قتل کر دے اور توبہ کرے تو اس کی توبہ صحیح ہے۔

۳۔ عالم کی عابد پر فضیلت معلوم ہوئی۔

۴۔ معلوم ہوا کہ گناہوں سے تائب شخص کو چاہئے کہ ان جگہوں سے بھی دور رہے جہاں اس سے گناہوں کا ارتکاب ہوا تھا۔

۵۔ نیز جو لوگ اس گناہ میں اس کے ممد اور معاون ثابت ہوئے ہوں ان سے بھی دور رہنا مستحب ہے۔

۶۔ ایسی جگہ کو تلاش کرے جہاں خیر و صلاح (نیکی) عام ہو اور اس کو اپنا مسکن بنائے تا کہ نیک کام آسانی سے کر سکے اور گمراہی اور لغزشات سے اپنے آپ کو

بچا سکے۔

۷۔ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی بات سے ناواقف ہو اور اس سے وہ بات پوچھی جائے تو اسے جواب میں کہنا چاہیے، اللہ اعلم، کیوں کہ اپنی لاعلمی کا اظہار کرنا بھی نصف علم ہے۔

۸۔ جو عالم منصب قضاء پر فائز نہ ہو اس پر واجب نہیں ہے کہ دو مجرموں کے درمیان خدا کا کوئی حکم نافذ کرے جیسے حدیث ہذا میں مذکور عالم نے اس شخص کو جس نے سو جانیں قتل کرنے کا خود اعتراف کیا تھا، قید کرنے کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی اس کے معاملہ کی زیادہ جستجو کی بلکہ اس کی توبہ اور ہجرت کی طرف رہنمائی کی۔

۹۔ اس حدیث سے اولاد آدم کی فضیلت بھی معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے جس فرشتہ کو ان فرشتوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے بھیجا تھا وہ انسانی صورت میں آیا تھا۔

۱۰۔ معلوم ہوا کہ فرشتے انسانی صورت میں متشکل ہونے پر قدرت رکھتے ہیں، جیسے اس فرشتہ نے انسانی روپ اختیار کیا جس نے رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں کے مابین فیصلہ کیا۔

۱۱۔ اللہ تعالیٰ بعض اوقات بندے کی نیت اور عزم پر جزا دیتے ہیں خواہ اس نے کوئی عمل نہ کیا ہو۔

۱۲۔ ارواح کو قبض کرنے کے سلسلہ میں لوگوں کے درمیان تفاوت ہے، جو نیک ہوتا ہے اس کی روح کو رحمت کے فرشتے قبض کرتے ہیں اور جو بد ہوتا ہے اس کی روح کو عذاب والے فرشتے قبض کرتے ہیں۔

۱۳۔ اس حدیث سے پتہ چلا کہ بسا اوقات فرشتوں کو بندوں کے بعض احوال معلوم نہیں ہو پاتے، جیسے حدیث ہذا میں ملاحظہ ہوا، اگر ایسی بات نہ ہوتی تو اس آدمی کے بارے میں ان کا جھگڑا نہ ہوتا۔

۱۴۔ جن فرشتوں کے سپرد انسانوں کے امور ہیں کبھی ان کے درمیان کسی مسئلہ میں اجتہادی اختلاف بھی ہو جاتا ہے جس کا وہ پھر بارگاہ خداوندی میں پیش ہو کر فیصلہ کرواتے ہیں۔

(۶) نیکی کا صلہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''ایک شخص تھا اس نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی تھی لیکن جب وہ لوگوں سے لین دین کرتا تو اپنے ایجنٹ سے کہہ دیتا کہ دیکھو! جو آسانی سے مل جائے وہ لے لینا اور جس (مال) کے لینے میں عسرت اور تنگی ہو اس کو رہنے دینا اور درگزر کر دینا، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری برائیوں سے درگزر کر دے، جب وہ فوت ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو نے کبھی کوئی نیکی کی تھی؟ اس نے کہا کہ نہیں، البتہ میرا ایک غلام تھا اور میں لوگوں سے معاملات کیا کرتا تھا جب میں اس کو تقاضہ کے لئے بھیجتا تو اس کو کہتا کہ جو کچھ آسانی سے حاصل ہو جائے وہ تو لے لینا اور جس کے حصول میں تنگی اور مشقت ہو اس کو چھوڑ دینا اور درگزر کرنا، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ (اس بہانہ) ہماری برائیوں سے درگزر کر دے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تیری برائیوں سے درگزر کر دیا۔''

[اخرجہ النسائی (۴۷۰۸) واحمد (۳۶۱/۲) والبخاری (۳۴۵۱) و مسلم (۱۵۶۰) والترمذی (۱۳۰۷) و ابن ابی شیبة (۲۵۰/۷) والحاکم (۲۹/۲)]

فوائد حدیث

۱۔ حدیث ہذا سے لوگوں کے سامنے نرم رویہ سے پیش آنے اور ان سے درگزر کرنے اور معاملات میں حسن معاملہ کی فضیلت ثابت ہوئی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت معلوم ہوئی، تھوڑے عمل سے بھی عظیم اجر حاصل ہوسکتا ہے، دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے اس مذکورہ شخص کی مغفرت بھی فرمائی اور

برائیوں سے درگزر بھی کیا حالانکہ اس کے عمل قلیل تھے۔

۳۔ بندے ایک دوسرے کے ساتھ جیسا معاملہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی اس کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں، چنانچہ جو شخص سنگدل ہو اور درشت رو ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتے ہیں اور جو شخص دوسروں کے ساتھ آسانی والا معاملہ کرتا ہو اور ان کے ساتھ شفقت اور مہربانی سے پیش آتا ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتے ہیں۔

۴۔ اس حدیث سے اس بات کی ترغیب معلوم ہوئی کہ لوگوں کے ساتھ میل جول اور معاملہ وغیرہ کرنا چاہیے خصوصاً جب یہ چیز لوگوں کے لئے حصول نفع کا ذریعہ اور دفع مضرت (نقصان دور کرنے) کا سبب بنتی ہو۔

(۷) اصحاب اخدود کا واقعہ

حضرت صہیب الرومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ گزرا ہے، اس کے پاس ایک ساحر تھا، جب وہ ساحر بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں بوڑھا ہوگیا ہوں، مجھے ایک ہوشیار لڑکا دیا جائے تاکہ اس کو سحر کا علم سکھا دوں، چنانچہ بادشاہ نے اس کو ایک لڑکا علم سحر سیکھنے کے لئے دے دیا، اس کے راستہ میں ایک راہب یعنی عیسائی پادری رہتا تھا، وہ لڑکا اس کے پاس آنے جانے لگا، اس کو راہب کی باتیں اچھی لگنے لگیں، جب بھی ساحر کے پاس جانے کے لئے نکلتا تو اس راہب کے ہاں ضرور جاتا اور اس کی صحبت میں بیٹھتا اور جب ساحر کے پاس پہنچتا تو وہ اس کو (دیر سے آنے پر) مارتا، لڑکے نے راہب سے اس بات کی شکایت کی تو راہب نے کہا کہ جب تجھے ساحر سے کوئی خطرہ ہو تو کہہ دیا کرو کہ میرے گھر والوں نے مجھے روک لیا تھا اور جب گھر والوں سے ڈر ہو تو ان سے کہہ دیا کرو کہ ساحر نے مجھے روک لیا تھا، سلسلہ یوں چلتا رہا، ایک دن اس لڑکے نے دیکھا کہ کسی بڑے چوپایہ نے لوگوں کا راستہ روک رکھا ہے، اس نے کہا کہ آج

معلوم ہوگا کہ ساحر افضل ہے یا راہب؟ چنانچہ اس نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر دعا کی کہ اے اللہ! اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور میرے پتھر سے مارا جائے تاکہ لوگوں کو گزرنے کا راستہ مل سکے، یہ کہہ کر اس نے وہ پتھر مارا اور وہ جانور ہلاک ہوگیا اور لوگوں کو گزرنے کا راستہ مل گیا، لڑکے نے آکر راہب کو سارا واقعہ بتایا تو راہب نے اس سے کہا کہ اے بیٹے! آج سے تو مجھ سے افضل ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ تو اپنے کام میں انتہاء کو پہنچ چکا ہے۔ اور عنقریب تو ایک آزمائش سے دوچار ہوگا، اگر تو کسی آزمائش میں مبتلا ہوا تو کسی کو میرا نہ بتانا، وہ لڑکا پیدائشی اندھے اور برص کے مریضوں کو ٹھیک کر دیتا تھا اور لوگوں کا دیگر امراض میں بھی علاج کرتا تھا، بادشاہ کے ایک مصاحب نے اس کے متعلق سنا جو کہ نابینا تھا تو بہت سے ہدیے اور تحفے لے کر اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ اگر تو مجھے شفاء دیدے تو یہ سب کچھ تیرے لئے ہوگا، لڑکے نے کہا کہ میں کسی کو شفاء نہیں دیتا، شفاء تو اللہ تعالیٰ ہی دیتے ہیں، اگر تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا وعدہ کرتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کردوں گا وہ تجھے شفاء دیدے گا؟ وہ آدمی ایمان لے آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو شفاء دیدی، پھر وہ اپنے بادشاہ کے پاس آیا اور اس کے پاس اس طرح بیٹھا جیسے پہلے بیٹھا کرتا تھا، بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ یہ تیری بینائی کس نے لوٹائی؟ اس نے کہا کہ میرے رب نے میری بینائی لوٹائی ہے، بادشاہ نے کہا کہ کیا میرے سوا بھی تیرا کوئی رب ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں، میرا اور تمہارا رب، اللہ ہے، بادشاہ نے اس کو پکڑا اور اس کو برابر سزا دیتا رہا یہاں تک اس نے بادشاہ کو لڑکے کا پتہ بتا دیا، چنانچہ لڑکے کو لایا گیا، بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ اے بیٹے! تم اپنے سحر میں اس کمال کو پہنچ گئے ہو کہ پیدائشی اندھوں اور برص کے مریضوں اور دوسرے لاعلاج مریضوں کو ٹھیک کر دیتے ہو! لڑکے نے جواب دیا کہ میں کسی کو شفاء نہیں دیتا، شفاء تو اللہ تعالیٰ ہی دیتے ہیں، بادشاہ نے اس کو پکڑا اور اس کو برابر سزا دیتا رہا حتیٰ کہ اس نے راہب کا پتہ بتا دیا، چنانچہ راہب کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ تو اپنے دین سے پھر جا، اس نے انکار کیا، بادشاہ نے ایک آرا منگوایا اور اس کے سر کے بیچ میں رکھ کر اس کو چیر دیا

اور اس کے دو ٹکڑے زمین پر گر پڑے، پھر بادشاہ کے اس مصاحب کو لایا گیا اور اس کو بھی اپنے دین سے پھر جانے کا حکم دیا گیا، اس نے بھی انکار کیا، چنانچہ اس کے سر کے بیچ میں آرا رکھ کر اس کو چیر دیا گیا، جس سے اس کے دونوں حصے زمین پر گر پڑے، پھر اس لڑکے کو لایا گیا اور اس کو بھی اپنے دین سے پھر جانے کا کہا گیا، لڑکے نے بھی انکار کیا تو بادشاہ نے اس کو اپنی ایک جماعت کے حوالہ کر کے کہا کہ اسے فلاں پہاڑ پر لے جاؤ اور اس کے اوپر چڑھاؤ، جب پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جائے تو دیکھو کہ اگر یہ اپنے دین سے پھر جائے تو چھوڑ دو ورنہ اس کو وہاں سے گرا دو، چنانچہ وہ لوگ اس لڑکے کو لے گئے اور پہاڑ کے اوپر لیجا کر گرانے لگے تو اس لڑکے نے کہا کہ اے اللہ! تو مجھے ان لوگوں سے بچا جیسے تو چاہتا ہے، چنانچہ وہ پہاڑ ہلنے لگا اور وہ سارے اس سے گر کر ہلاک ہو گئے اور لڑکا صحیح سالم بادشاہ کے پاس چلا آیا، بادشاہ نے اس سے ان لوگوں کے متعلق پوچھا کہ وہ کہاں رہ گئے؟ لڑکے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھا، بادشاہ نے پھر اس کو اپنی ایک جماعت کے حوالہ کیا اور کہا کہ اس کو ساتھ لے جاؤ اور ایک کشتی میں سوار کرو پھر جب سمندر کے بیچ میں پہنچو تو دیکھو کہ اگر اپنے دین سے باز آ جاتا ہے تو چھوڑ دو ورنہ اس سمندر میں اس کو غرق کر دو، چنانچہ وہ لوگ اس کو ساتھ لے گئے، لڑکے نے پھر دعا کی کہ اے اللہ! آپ اپنی قدرت سے ان لوگوں کے شر سے میری حفاظت فرما"۔ چنانچہ وہ کشتی ہی الٹ گئی، سب غرق ہو گئے اور لڑکا صحیح سالم واپس چلا آیا، بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تیرے اصحاب کا کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھا، پھر اس لڑکے نے خود ہی بادشاہ سے کہا کہ تو مجھے قتل نہیں کروا سکتا جب تک کہ تو میری بات پر عمل نہیں کرے گا، بادشاہ نے کہا کہ وہ کیا بات ہے؟ لڑکے نے کہا کہ ایک کھلے میدان میں لوگوں کو جمع کرو اور مجھے کھجور کے ایک تنا پر لٹکاؤ، پھر میرے ترکش سے ایک تیر لو اور پھر اس تیر کو کمان کے بیچ میں رکھ کر بسم اللہ کہہ کر چلاؤ، اس طرح میں مر جاؤں گا، چنانچہ بادشاہ نے ایک وسیع میدان میں لوگوں کو جمع کیا اور اس کو کھجور کے ایک تنا پر لٹکایا، پھر اس کے ترکش سے ایک تیر لے کر اس کی کمان

کے بیچ میں رکھ کر کہا: "بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الغلام" (اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے) پھر اس تیر کو چلایا تو وہ تیر سیدھا جا کر اس کی کنپٹی پر لگا، اس نے اپنا ہاتھ کنپٹی پر رکھا جس جگہ پر تیر لگا تھا اور پھر مر گیا، اس عجیب واقعہ کو دیکھ کر یک لخت لوگوں کی زبان سے نعرہ بلند ہوا کہ ہم سب رب غلام پر ایمان لاتے ہیں، ہم سب رب غلام پر ایمان لاتے ہیں، ہم سب رب غلام پر ایمان لاتے ہیں، کسی نے بادشاہ کو جا کر بتایا کہ آپ کو جس چیز کا خطرہ تھا وہ واقع ہو گیا، لوگ ایمان لے آئے، بادشاہ بڑا پریشان ہوا اور ارکان سلطنت کے مشورے سے بڑی بڑی خندقیں آگ سے بھروا کر حکم دیا کہ جو شخص اپنے دین سے نہیں پھرے گا، اس کو آگ میں جلا دینگے چنانچہ بہت سے آدمی جلائے گئے، اس دوران ایک عورت جس کی گود میں ایک بچہ تھا، اس کو آگ میں گرنے سے ذرا ہچکچاہٹ ہوئی تو چھوٹا سا بچہ بولا کہ اماں جان! صبر کرو، کیونکہ آپ حق پر ہیں۔

[اخرجه مسلم (۳۰۰۵) وأحمد (۶/۱۶) والترمذی (۳۳۴۰)]

فوائد حدیث

۱۔ معلوم ہوا کہ زمانہ قدیم کے بادشاہ اپنی ذاتی مصلحتوں کے لئے ساحروں اور کاہنوں کی خدمات حاصل کیا کرتے تھے۔

۲۔ سحر ایک حقیقت ہے جس کے باقاعدہ اصول وقواعد موجود ہیں۔

۳۔ جنگ وفساد کے موقع پر اپنی جان بچانے کیلئے جھوٹ بول دینا جائز ہے۔

۴۔ اپنے عقائد ونظریات پر ثابت قدم رہنا چاہیئے۔

۵۔ اولیاء کرام کی کرامات کا اثبات ہوتا ہے جیسا کہ اہل سنت کا نظریہ ہے۔

۶۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نیک مومن کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

۷۔ بسا اوقات اہل ایمان آزمائش سے دوچار ہوتے ہیں اور دشمن کی طرف سے ان کو طرح طرح کی تکالیف پیش آیا کرتی ہیں۔

۸۔ خدا کی راہ میں جان کی بازی لگانا خودکشی میں قطعی طور پر داخل نہیں ہے۔

۹۔ مومن کو اہل کفر سے بغض وعداوت ہوا کرتی ہے۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کی حفاظت بھی فرمایا کرتے ہیں اور ان کے دشمنوں کو ان کے تابع کر دیا کرتے ہیں۔

۱۱۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکلیف آئے تو صبر سے کام لینا چاہئے۔

۱۲۔ اس حدیث سے دعوت الی اللہ کی فضیلت بھی معلوم ہوئی اور یہ امر بھی ثابت ہوا کہ داعی کو اپنی دعوت کی کامیابی کے لئے اپنی عزیز ترین چیز قربان کر دینی چاہئے۔

(۸) ﴿حضرت یوشع علیہ السلام کیلئے سورج کا رک جانا﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''نبیوں میں سے ایک نبی نے (دشمن کے خلاف) جہاد کا ارادہ کیا تو اپنی قوم سے فرمایا کہ میرے ساتھ ایسا شخص نہ چلے جس نے حال ہی میں شادی کی ہو اور اس کا شب زفاف منانے کا ارادہ ہو لیکن ابھی تک اس نے اپنی بیوی کے ساتھ شب زفاف نہ منائی ہو اور نہ وہ شخص میرے ساتھ چلے جو گھر کی تعمیر میں مصروف ہو اور ابھی تک اس نے گھر کی چھت نہ ڈالی ہو اور اسی طرح ایسا آدمی بھی میرے ساتھ نہ چلے جس نے بکریاں خریدی ہوں یا حاملہ اونٹنیاں خریدی ہوں جن کے جننے کا اسے انتظار ہو، چنانچہ (یہ ہدایات دے کر) وہ جہاد کے لئے روانہ ہوئے، جب اس بستی کے قریب پہنچے (جس پر لشکر کشی کا ارادہ تھا) تو عصر کی نماز کا وقت ہو گیا، انہوں نے سورج کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے سورج! تو بھی حکم کے تابع ہے اور میں بھی حکم کے تابع ہوں، اے اللہ! اس سورج کو ہمارے لئے روک دے، چنانچہ وہ سورج رک گیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح نصیب فرمائی تو انہوں نے مال غنیمت جمع کیا، پھر اس مال غنیمت کو کھانے کے لئے آگ آئی تو اس آگ نے وہ مال غنیمت نہیں کھایا۔ انہوں نے فرمایا کہ تم لوگوں میں ضرور کوئی خیانت کا مرتکب ہوا ہے، اس لئے ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی میرے ہاتھ پر

بیعت کرے، چنانچہ (دوران بیعت) ایک شخص کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے ساتھ چمٹ گیا، انہوں نے فرمایا کہ ضرور تم میں کوئی خائن ہے پس تیرا قبیلہ میرے ہاتھ پر بیعت کرے (جب بیعت کی گئی تو) دو یا تین افراد کے ہاتھ ان کے ہاتھ کے ساتھ چمٹ گئے: انہوں نے فرمایا کہ تم میں کوئی خیانت کا مرتکب ہوا ہے، چنانچہ وہ لوگ گائے کے سر کے برابر سونے کا ایک سر لے کر آئے جب اس کو بھی دوسرے مال غنیمت میں رکھ دیا گیا تو آگ آئی اور اس مال کو کھا گئی، بعد میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مال غنیمت کو حلال قرار دے دیا، اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوری اور عاجزی کو دیکھا تو ہمارے لئے مال غنیمت حلال کر دیا۔'' [اخرجه البخاری (۳۱۲۴) و مسلم (۱۷۴۷) واحمد (۲/۳۲۵) و عبدالرزاق (۹۳۹۲) والبیهقی فی الکبری (۶/۲۹۰)]

فوائد حدیث

۱۔ معلوم ہوا کہ سابقہ امتوں پر بھی جہاد فرض تھا۔

۲۔ اہم امور ان لوگوں کے سپرد کرنا مناسب ہوتا ہے جو فارغ البال بھی ہوں اور ہوشیار و سمجھدار بھی ہوں۔

۳۔ جو شخص جہاد کا ارادہ رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اپنے تمام مشاغل سے یک لخت علیحدہ ہو جائے۔

۴۔ دنیا کا مال متاع، دل میں دنیا کی محبت پیدا کرتا ہے۔

۵۔ جمادات بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں اور اس کے فرماں بردار ہیں۔

۶۔ سابقہ شریعت میں مال غنیمت حلال نہیں تھا۔ یہ امت محمدیہ کی خصوصیت ہے کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت حلال قرار دیا۔

۷۔ پتہ چلا کہ بنی اسرائیل میں بھی نیک صالح لوگ گزرے ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد جیسا فریضہ سرانجام دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کی نصرت و مدد اور ان کو فتح و کامرانی سے ہمکنار فرماتے تھے۔

۸۔ چند نادان لوگوں کے عمل کی وجہ سے پوری جماعت قابل سزا ہو جاتی ہے۔

۹۔ مال غنیمت میں چوری کا ارتکاب گناہ ہے، جیسا کہ حدیث مذکور میں آگ نے مال غنیمت کو نہیں کھایا کیونکہ اس میں سے کچھ مال چرا لیا گیا تھا، حدیث پاک میں بھی ہے کہ ایک آدمی نے مال غنیمت کی ایک چادر چرالی تھی تو سزا میں اس کی قبر آگ سے بھر دی گئی تھی، نیز فرمایا گیا ہے کہ جو شخص مال غنیمت میں خیانت کا مرتکب ہوتا ہے وہ قیامت کے دن اس چیز کو اپنی پشت پر لادا ہوا ہوگا۔

۱۰۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں حکم دیتے ہیں۔ نیز خدائی احکام میں انسانوں کی علتوں کو کوئی دخل نہیں ہے، کچھ ایسے بھی احکام شریعت ہیں جن کی حقیقت ہماری عقل نارسا سے باہر ہے، اس لئے ہم پر واجب اور ضروری ہے کہ ایسے احکامات کو بلاچون و چرا تسلیم کر کے ان پر دل سے ایمان لائیں اور اس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں جیسے مذکورہ حدیث میں آگ کا آسمان سے اترنا اور مال غنیمت کو کھا جانا ایک غیر معقول امر ہے ہماری ناقص عقلیں اس کی مصلحت سمجھنے سے قاصر ہیں۔ بلکہ عقل تو کہتی ہے کہ یہ تو مال کا افساد ہے، لیکن اس میں چونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک حکم ہے جس کا ہم ادراک نہیں کر سکتے اس لئے ایسے احکام میں ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم ان پر طعن یا الزام لگائیں یا تنقید کریں یا ان کی عقل کے ترازو پر رکھیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسرار و حکم ہیں۔

۱۱۔ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے احکام کبھی تو امر باطنی کے مطابق ہوتے ہیں اور کبھی امر ظاہری کے مطابق ہوتے ہیں۔

(۹) امانت داری اور وفاداری

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی

اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا کہ اس نے بنی اسرائیل کے کسی آدمی سے کہا کہ اس کو ایک ہزار دینار ادھار کے طور پر دے دیئے جائیں (بنی اسرائیل کے) اس آدمی نے کہا کہ گواہ لے آؤ تا کہ میں ان کو اس معاملہ پر گواہ بنالوں۔ اس نے کہا کہ میرے لئے اللہ گواہ کے طور پر کافی ہے، اس نے کہا کہ اچھا پھر کوئی کفیل لے آؤ، اس نے کہا کہ میرے لئے اللہ ہی کفیل کافی ہے، اس نے کہا کہ ٹھیک ہے، تو سچا ہے۔ چنانچہ اس نے ایک ہزار دینار مقررہ مدت کے لئے اس کو دے دیئے، پس وہ شخص بحری راستہ سے روانہ ہوگیا اور اپنی ضروریات کو پورا کیا، پھر اس نے سواری کے لئے کوئی کشتی وغیرہ تلاش کی تا کہ مقررہ مدت کے اندر اسکے پاس واپس پہنچ سکے لیکن اس کو کوئی کشتی نہ ملی، چنانچہ اس نے ایک لکڑی لے کر اس کو چھیلا اور اس کے اندر ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور ایک رقعہ بھی اس صاحب کے نام رکھ دیا اور اس جگہ کو برابر کر کے مضبوطی سے بند کر دیا، پھر دریا کے کنارے آ کر یہ دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار بطور ادھار مانگے تھے اس نے مجھ سے کفیل کا مطالبہ کیا تو میں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی میرے کفیل ہیں، اس پر وہ راضی ہوا اور اس نے مجھ سے گواہ مانگے تو میں نے یہی کہا تھا کہ میرے لئے اللہ ہی بطور گواہ کافی ہے اس پر وہ راضی ہوگیا، میں نے اس کی رقم اس تک پہنچانے کے لئے خوب کوشش کی کہ مجھے کوئی کشتی مل جائے مگر مجھے نہ مل سکی، میں اس امانت کو تیرے حوالے کرتا ہوں (یہ کہہ کر) اس نے وہ لکڑی دریا میں پھینک دی اور خود واپس چلا آیا اور اپنے شہر جانے کے لئے کوئی کشتی وغیرہ ڈھونڈنے لگا، ادھر وہ آدمی جس نے اس کو قرض دیا تھا دریا کے کنارے آیا کہ دیکھتے ہیں کہ کوئی کشتی اس کا مال لے کر آئی ہے یا نہیں؟ اچانک اس کو وہی لکڑی نظر آئی جس کے اندر مال موجود تھا، اس نے وہ لکڑی اٹھائی کہ گھر میں ایندھن کے طور پر کام آئے گی لیکن جب اس نے اس لکڑی کو کھولا تو اس میں مال اور ایک رقعہ دستیاب ہوا، پھر کچھ عرصہ کے بعد وہ شخص بھی آگیا جس نے اس سے قرض لیا تھا اس نے آ کر ایک ہزار دینار پیش کئے اور کہا کہ خدا جانتا ہے کہ میں کشتی کی تلاش میں برابر کوشش کرتا رہتا کہ تیرا مال تجھے دے

سکوں لیکن اس کشتی سے پہلے اور کوئی کشتی مجھے نہ مل سکی جس پر سوار ہو کر حاضر ہو سکتا۔ اس نے کہا تو نے میری طرف کوئی چیز بھیجی تھی؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے آپ کو بتایا ہے کہ اس کشتی سے پہلے جس میں سوار ہو کر میں آیا ہوں، مجھے کوئی کشتی نہیں ملی۔ اس نے کہا کہ تو پھر اللہ تعالیٰ نے تیرا اور قرض ادا کروا دیا ہے جو تو نے ایک لکڑی میں رکھ کر بھیجا تھا۔ لہٰذا تو اپنے یہ ہزار دینار لے اور واپس روانہ ہو جا۔"

[اخرجہ البخاری (۱۴۹۸)]

فوائد حدیث

۱۔ معلوم ہوا کہ کسی کو ایک مدت کے لئے قرض دینا جائز ہے اور پھر اس کی پوری پوری ادائیگی واجب ہے۔

۲۔ تمام امور میں اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرنا چاہیے۔

۳۔ تجارت کی مشروعیت معلوم ہوئی، نیز معلوم ہوا کہ تجارتی معاملات زمانہ قدیم سے چلے آ رہے ہیں اور تجارت کی غرض سے ادھار لینا بھی جائز ہے جب کہ انسان کو یقین ہو کہ وہ اس کو ادا کر سکے گا۔

۴۔ ثابت ہوا کہ بنی اسرائیل کے واقعات بیان کرنا جائز ہے کیونکہ ان واقعات سے وعظ وعبرت کا سبق حاصل ہوتا ہے۔

۵۔ سمندر اور دریا میں تجارت کرنا اور بحری سفر کرنا جائز ہے۔

۶۔ انسان کو چاہیے کہ امانت و دیانت، صداقت اور خوف خدا جیسی صفات حمیدہ سے اپنے آپ کو آراستہ کرے۔

۷۔ کاتب پہلے اپنا ذکر کرے۔

۸۔ قرض اور ادھار کے معاملہ میں گواہ اور کفیل کا مطالبہ کرنا جائز ہے۔

۹۔ کم قیمت اشیاء جیسے لکڑی، کوڑا وغیرہ کہیں پڑا ہوا ملے تو اس کو اٹھا لینا اور اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔

۱۰۔ اولیاء کرام کی کرامات کا اثبات ہوا، جیسے اس حدیث میں ایک لکڑی جو سونے سے بھری ہوئی تھی متعینہ جگہ پر باحفاظت پہنچی اور صرف اس کے مالک نے اس کو وصول کیا، یہ امر بھی خوارق عادت میں سے ہے۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بجا لاؤ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے، ایک ابرص، دوسرا اندھا اور تیسرا گنجا، اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کا امتحان لے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا، فرشتہ پہلے ابرص کے پاس آیا اور اس سے پوچھا تمہیں سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اچھا رنگ اور اچھی جلد، کیونکہ لوگ مجھ سے گھن کھاتے ہیں، (راوی کا) بیان ہے کہ فرشتہ نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری جاتی رہی، اور اس کا رنگ بھی خوبصورت ہو گیا اور جلد بھی اچھی ہو گئی، فرشتہ نے پوچھا کہ تمہیں کس طرح کا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا کہ اونٹ، یا اس نے گائے کو کہا، (اسحاق بن عبداللہ کو) اس سلسلے میں شک تھا کہ ابرص اور گنجے میں سے ایک نے اونٹ کی خواہش کی تھی اور دوسرے نے گائے کی، (اس کی تعیین کے سلسلہ میں ان کو شک تھا) چنانچہ اسے حاملہ اونٹنی دی گئی اور کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا، پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا کہ عمدہ بال اور میرا یہ عیب ختم ہو جائے، کیونکہ لوگ اس کی وجہ سے مجھ سے پرہیز کرتے ہیں (راوی کا) بیان ہے کہ فرشتہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا عیب جاتا رہا اور اس کے عمدہ بال آ گئے، فرشتہ نے پوچھا کہ تمہیں کس طرح کا مال زیادہ پسند ہے اس نے کہا کہ گائے (راوی) بیان کرتے ہیں کہ فرشتہ نے اسے حاملہ گائے دے دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا، پھر فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا کہ

اللہ تعالیٰ مجھے بصارت دے دے تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں، فرشتہ نے ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بصارت اس کو واپس کر دی پھر پوچھا کہ کس طرح کا مال تجھے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا کہ بکریاں، فرشتہ نے اسے حاملہ بکری دے دی، پھر تینوں جانوروں کے بچے پیدا ہوئے (کچھ عرصہ کے بعد اتنی برکت ہوئی کہ) ابرص کے اونٹوں سے اس کی وادی بھر گئی، گنجے کے گائے بیل سے اس کی وادی بھر گئی اور اندھے کی بکریوں سے اس کی وادی بھر گئی، پھر دوبارہ فرشتہ اپنی اسی پہلی ہیئت وصورت میں ابرص کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں، سفر کا تمام سامان و اسباب ختم ہو چکا ہے اور آج اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مقصد برآوری کی توقع نہیں، لیکن میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں اچھا رنگ اور اچھی جلد اور مال عطا کیا، ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جس سے اپنے سفر کی ضروریات پوری کر سکوں، اس نے فرشتہ سے کہا کہ حقوق اور بہت سے ہیں، فرشتہ نے کہا کہ غالباً میں تمہیں پہچانتا ہوں، کہیں تمہیں برص کی بیماری نہیں تھی جس کی وجہ سے لوگ تم سے گھن کھایا کرتے تھے، تم ایک فقیر ومفلس تھے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں تمہیں عطا کیں؟ اس نے کہا کہ یہ ساری دولت تو پشت در پشت چلی آرہی ہے، فرشتہ نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پہلی حالت میں لوٹا دے، پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اپنی پہلی صورت و ہیئت میں اور اس سے بھی وہی بات کہی، اس نے بھی ابرص والا جواب دیا، فرشتہ نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے، اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا اپنی اسی پہلی صورت وشکل میں، اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں اور مسافر ہوں، سفر کے تمام اسباب ختم ہو چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مقصد برآوری کی توقع نہیں، میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں بصارت دی، ایک بکری مانگتا ہوں جس سے میں اپنے سفر کی ضروریات کو پورا کرسکوں۔ اندھے نے جواب دیا کہ واقعی میں اندھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بصارت عطا فرمائی اور واقعی میں فقیر وقلاش تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے مالدار بنایا، تم جتنی بکریاں چاہو لے سکتے ہو،

خدا کی قسم! جتنا بھی تمہارا جی چاہے لے لو میں تمہیں ہرگز نہیں روکوں گا، فرشتہ نے کہا کہ تم اپنا مال اپنے پاس رکھو، یہ صرف امتحان تھا اور اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور خوش ہے اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض اور ناخوش ہے۔"

[رواہ البخاری (۳۴۶۴) و مسلم (۲۹۶۴)]

فوائد حدیث

۱۔ نادار اور کمزور لوگوں کے ساتھ شفقت اور نرمی سے معاملہ کرنا چاہئے اور ان کی توقیر وتکریم کرنی چاہئے اور حتی المقدور ان کی مدد کرنی چاہئے ان کی دل شکنی یا ان کو حقیر جاننے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

۲۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کبھی بندوں کو آزمائش میں ڈالتے ہیں تاکہ پتہ چل جائے کہ کون شکر گزار ہے اور کون ناشکرا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو آگے بیان بھی کرنا چاہئے اور ان کا شکر بھی ادا کرنا چاہئے اور ان نعمتوں کی ناشکری یا ان کا انکار قابل مذمت ہے۔

۴۔ معلوم ہوا کہ فرشتے انسانی صورت اختیار کر سکتے ہیں۔

۵۔ ثابت ہوا کہ عبرت وموعظت کی غرض سے کسی کا سابقہ عیب ذکر کرنا غیبت میں شامل نہیں ہے۔ شاید یہی راز ہو جو ان لوگوں کا نام ذکر نہیں کیا۔

۶۔ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ مجھے اولاً تو اللہ سے امید ہے پھر تجھ سے ہے تو یہ کہنا جائز ہے، شرک میں داخل نہیں ہے۔

۷۔ مال کی کثرت، اللہ کی محبت کی دلیل نہیں ہے، جن کو اللہ تعالیٰ مال دیتے ہیں ان کو امتحان میں ڈالتے ہیں۔

۸۔ صدقہ وخیرات کی فضیلت معلوم ہوئی۔

۹۔ بخل اور کنجوسی کی مذمت معلوم ہوئی۔

(۱۱) ﴿ابلیس، انسان کا ازلی دشمن ہے﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی صورت وشکل بنا کر ایک عرصہ تک چھوڑے رکھا جتنا عرصہ چھوڑے رکھنا اللہ تعالیٰ کو منظور تھا تو ابلیس لعین نے ان کی حقیقت دیکھنے کے لئے ارد گرد چکر لگایا، جب اس نے دیکھا کہ وہ اندر سے کھوکھلے ہیں تو اس نے جان لیا کہ یہ ایسی مخلوق ہے جس کو اپنے اوپر قابو نہیں ہے۔''

[اخرجہ مسلم (۲۶۱۱) و احمد (۱۵۲/۳) وابن حبان (۶۱۶۳) والطیالسی (۲۲۹۷)]

فوائد حدیث

۱۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سیدنا آدم علیہ السلام مخلوق اور حادث ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق فرمائی اور ان کی خوبصورت شکل وصورت بنائی۔

۲۔ نیز حضرت آدم علیہ السلام اسی جنت میں تھے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں سے وعدہ فرما رکھا ہے اور جو جنت اللہ کے اولیاء کے لئے تیار کی گئی ہے۔

۳۔ حضرت آدم علیہ السلام اسی زمین کی تمام انواع سے تخلیق کئے گئے ہیں جس زمین پر ہم بستے ہیں۔

۴۔ سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق جنت میں ہوئی اور پھر اسی جنت سے زمین پر اتارے گئے۔

۵۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی صورت بنالی تو ایک عرصہ تک بغیر روح کے رہے، اس کی حکمت سے ہم ناواقف ہیں۔

۶۔ معلوم ہوا کہ ابلیس، دیگر فرشتوں کے ساتھ جنت میں رہتا تھا۔

۷۔ ابلیس، سیدنا آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا ہوا ہے۔

۸۔ ابلیس نے آدم علیہ السلام کو بہکانے کی ٹھان رکھی تھی۔

۹۔ ایک مسلمان کی شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ برائی سے اجتناب کرے اور ابلیس کو اپنا ازلی دشمن خیال کرے۔

۱۰۔ شیطان ہی تمام معاصی وفواحش کی جڑ ہے، سب سے پہلے اسی نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور حکم عدولی کی اور خدا تعالیٰ پر اعتراض کیا، اسی نے سب سے پہلے تکبر کیا اور حسد کیا اور وہی سب سے پہلے خود پسندی میں پڑا۔ فلعنة اللّٰه عليه

(۱۲) ﴿حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''حضرت داؤد علیہ السلام بڑی غیرت والے نبی تھے، جب گھر سے نکلتے تو گھر کے دروازے بند کر دیئے جاتے، پھر واپس آنے تک کوئی شخص ان کے گھر داخل نہ ہوسکتا تھا، ایک دن گھر سے نکلے اور (معمول کے مطابق) گھر کے دروازے بند کر دیئے گئے تو تھوڑی ہی دیر بعد ان کی بیوی کی نظر پڑی تو دیکھا کہ کوئی آدمی گھر کے اندر کھڑا ہے، بیوی نے گھر کے لوگوں سے پوچھا کہ یہ آدمی گھر کے اندر کیسے آگیا حالانکہ دروازے تو بند ہیں؟! بخدا! داؤد علیہ السلام تمہاری خوب بے عزتی کریں گے، اتنے میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی آگئے، انہوں نے دیکھا کہ ایک آدمی گھر کے اندر کھڑا ہے، حضرت داؤد علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس آدمی نے جواب دیا کہ میں وہ شخص ہوں جو کسی بادشاہ سے بھی خوف زدہ نہیں ہوتا اور کوئی چیز میرے سامنے رکاوٹ نہیں بن سکتی، داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ تم یقیناً موت کے فرشتے ہو، میں اللہ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہوں، مرحبا، پھر جلدی سے اپنی جگہ پر گئے اور وہیں ان کی روح قبض کرلی گئی، اور وہ اپنے کام سے فارغ ہو گئے اور آفتاب ان پر طلوع ہوا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے جسم مبارک پر سایہ کریں، چنانچہ پرندوں نے ان پر سایہ کئے رکھا یہاں تک کہ ان دونوں پر زمین تاریک

ہوگئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان پرندوں سے فرمایا کہ اب تم ایک ایک کر کے اپنے پَروں کو بند کرلو، چنانچہ ان پرندوں نے حکم کی تعمیل کی۔

فوائد حدیث

۱۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کے متعلق بنی اسرائیل کی طرف سے جو یہ قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ وفات سے پہلے وہ بیمار ہوئے تو ان کی قوم کے لوگ عیادت کے لئے حاضر ہوئے اور آپ کی خدمت گزاری کیلئے انہوں نے ایک خادمہ پیش کی، اس واقعہ کی تصدیق مذکورہ حدیث سے ہوتی ہے۔

۲۔ معلوم ہوا کہ فرشتے انسانی صورت وشکل اختیار کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

۳۔ غیرت، شریف اور معزز لوگوں کی صفت ہے۔

۴۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام کی فضیلت معلوم ہوئی کہ کس طرح پرندے ان کے حکم کے تابع اور مطیع تھے۔

(۱۳) مجلس کے آداب

حضرت ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ بھی آپ کی مجلس میں حاضر تھے کہ تین آدمی آئے، ان میں سے دو آدمی تو رسول اللہ ﷺ (کی مجلس میں بیٹھنے کے لئے) آگے بڑھے اور تیسرا واپس چلا گیا، کچھ دیر تو کھڑے رہے، پھر ان میں سے ایک نے اس حلقہ میں گنجائش دیکھی اور وہیں بیٹھ گیا اور دوسرا شخص لوگوں کے پیچھے کہیں جا کر بیٹھ گیا، تیسرا تو پیٹھ پھیر کر واپس چلا گیا تھا، جب رسول اللہ ﷺ اپنے معمول سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ”کیا میں تم کو ان تین آدمیوں کے بارے میں نہ بتا دوں؟“ ان میں سے ایک نے تو مجلس میں شرکت کی، تو اللہ نے بھی اس کو اس کا بدلہ دیا اور دوسرے نے حیا کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے حیا فرمائی (یعنی اس پر رحم کیا اور کوئی سزا نہیں دی) اور

تیسرے نے تو اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے اعراض کیا۔“

[اخرجه البخاری (٦٦) و مسلم (٢١٧٦) و احمد (٥/٢١٩) والترمذی (٢٨٦٨)]

فوائد حدیث

۱۔ ایک عالم دین کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایسی جگہ پر بیٹھے جہاں دوسرے لوگ بھی اس کو دیکھ سکیں۔

۲۔ درس وتدریس کے لئے مسجد میں بیٹھنا مستحب ہے۔

۳۔ علم وذکر کی مجالس میں حلقہ بنا کر بیٹھنا مستحب ہے۔

۴۔ اگر مسجد کے اندر علم کی مجلس لگی ہو تو بلا عذر اس سے اٹھ کر جانا مکروہ ہے۔

۵۔ امیر مجلس کے قریب بیٹھنا مستحب ہے تا کہ آسانی سے اور واضح صورت میں اس کی بات کو سن سکے۔

۶۔ اگر کوئی باہر سے آئے تو جہاں حلقہ میں گنجائش ہو وہاں بیٹھ جائے ورنہ پیچھے بیٹھے۔

۷۔ مجلس میں اگر کوئی شخص قابل ستائش کام کرے تو اس کی تعریف کرنی چاہئے۔

۸۔ اگر کوئی شخص قابل مذمت کام کرے اور اس کا وہ کام آشکارا ہو جائے تو اس مذموم فعل کی اس کی طرف نسبت کرنا جائز ہے۔

۹۔ مجلس میں جو شخص پہلے آئے وہ اس جگہ کا زیادہ حق دار ہے۔

۱۰۔ مجلس میں آداب کا خیال رکھنا مستحب عمل ہے اور حلقہ میں کوئی جگہ خالی نہیں چھوڑنی چاہئے۔

۱۱۔ جہاں جگہ مل جائے بیٹھ جانا چاہئے۔

(۱۴) مغفرت خداوندی کا عجیب واقعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”ایک آدمی تھا، وہ کہیں چلا جا رہا تھا، راستہ میں اس کو سخت پیاس لگی، وہ کنوئیں میں

اترا اور کنوئیں کا پانی پیا جب باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی شدت کی وجہ سے زبان باہر نکالے ہوئے ہے اور پیاس کی وجہ سے مٹی کھا رہا ہے، اس نے (دل میں) کہا کہ اس کو بھی میری طرح سخت پیاس لگی ہوئی ہے، چنانچہ اس نے اپنا موزہ پانی سے بھرا اور اسے منہ سے پکڑا اور پھر کنوئیں کے اوپر چڑھا (یعنی پانی لے کر باہر آیا) اور اس کتے کو پانی پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل قبول کیا اور اس کی بخشش فرما دی۔'' صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا جانوروں کے ساتھ سلوک کرنے میں بھی ہمیں اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، ہر تر جگر والے جاندار کے ساتھ سلوک کرنے میں اجر ہے۔'' [اخرجه البخاری (۲۳۶۳) و مسلم (۲۲۴۴)]

فوائد حدیث

۱۔ اس حدیث میں ترغیب دی جا رہی ہے کہ جو جانور قابل رحم ہو اور جس کا قتل جائز نہ ہو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے۔

۲۔ اگر جان کا خطرہ نہ ہو تو زاد راہ کے بغیر بھی سفر کرنا جائز ہے خواہ سفر کرنے والا تنہا ہو۔

۳۔ اس سے رحمت خداوندی کی وسعت معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ بسا اوقات تھوڑے عمل پر عظیم اجر عطا فرماتے ہیں۔

۴۔ عام گزرگاہوں پر کنوئیں بنانا جائز ہے۔

۵۔ مشرکین کے ساتھ خیر و مدارات والا عمل جائز ہے۔

(۱۵) ﴿جریج عابد کا واقعہ﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''گہوارہ میں تین بچوں کے سوا اور کسی نے گفتگو نہیں کی، ان میں سے ایک عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور دوسرے کا نام جریج ہے، وہ بڑا عبادت گزار آدمی تھا، اس نے ایک

عبادت خانہ بنایا ہوا تھا، اور اسی میں رہتے تھے، ایک دن وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی والدہ آئیں اور اس کو پکارا: اے جریج! اس نے (دل میں) کہا پروردگار! ادھر میری والدہ مجھے بلا رہی ہے اور ادھر میں نماز پڑھ رہا ہوں (میں کیا کروں؟) آخر وہ اپنی نماز میں ہی مشغول رہے، والدہ واپس چلی گئیں، اگلے دن پھر آئیں اور وہ نماز پڑھ رہے تھے، والدہ نے پکارا: اے جریج! انہوں نے پھر یہی کہا کہ پروردگار! میں کیا کروں؟ ایک طرف میری والدہ مجھے بلا رہی ہے اور دوسری طرف میں نماز پڑھ رہا ہوں، آخر وہ نماز ہی میں مصروف ہے، پھر جب اس سے اگلا دن آیا تو پھر ان کی والدہ ان کے پاس آئیں اور وہ نماز میں مشغول تھے، والدہ نے پکارا: اے جریج! جریج نے کہا کہ پروردگار! میں کیا کروں؟ ادھر میری والدہ مجھے بلا رہی ہے اور ادھر میں نماز پڑھ رہا ہوں، چنانچہ وہ (اس بار بھی) نماز میں ہی مشغول رہے اور نماز نہیں توڑی، اس پر ان کی والدہ نے (غصہ ہو کر) بد دعا کی، اے اللہ! اس وقت تک اسے موت نہ آئے جب تک یہ زانیہ عورتوں کا چہرہ نہ دیکھ لے، جریج کی عبادت کا تذکرہ عام زبان زد ہونے لگا، ایک زانیہ عورت تھی جس کے حسن کی مثال دی جاتی تھی اس نے ایک دن بنی اسرائیل سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہاری خاطر اس (جریج) کو فتنہ میں ڈال دوں؟ (راوی) کہتے ہیں کہ وہ زانیہ عورت ان کے سامنے آئی اور ان سے گفتگو کی لیکن انہوں نے اس کی طرف کوئی التفات نہیں کیا (یعنی اس کی خواہش پوری کرنے سے انکار کیا) پھر ایک چرواہے کے پاس آئی جو جریج کے عبادت خانہ میں قیام کیا کرتا تھا، اس عورت نے اس کو اپنے اوپر قابو دے دیا، چرواہے نے اس سے زنا کیا، اس سے ایک بچہ پیدا ہوا، عورت نے تہمت لگائی کہ یہ بچہ جریج کا ہے، ان کی قوم کے لوگ آئے اور جریج کو نیچے اتارا اور ان کا عبادت خانہ توڑ دیا، اور ان کو مارنے لگے، جریج نے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ تم نے فلاں زانیہ عورت سے بدکاری کی ہے۔ جس سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے، جریج نے پوچھا کہ بچہ کہاں ہے؟ چنانچہ وہ اس بچہ کو لے کر آئے، جریج نے کہا کہ مجھے نماز پڑھنے دو، جریج نے نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد بچے کے

پاس آئے اور اس سے پوچھا کہ اے بچہ! تمہارا باپ کون ہے؟ بچہ بول پڑا کہ فلاں چرواہا میرا باپ ہے، اس پر (ان کی قوم شرمندہ ہوئی اور) کہنے لگی کہ ہم آپ کا عبادت خانہ سونے کا بنائیں گے۔ لوگ ان کو چومنے لگے اور تبرکاً ہاتھ پھیرنے لگے، جریج نے کہا کہ نہیں، مٹی ہی کا بنے گا، چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ (ایک اور واقعہ اس طرح ہے کہ) ایک بنی اسرائیل کی عورت تھی، اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی، قریب سے ایک سوار نہایت وجیہ اور خوش پوش گزرا، اس عورت نے دعا کی کہ اے اللہ! میرے بیٹے کو بھی اسی جیسا بنا دے، بچہ نے ماں کی چھاتی کو چھوڑا اور ماں کی طرف متوجہ ہو کر بول پڑا کہ اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنانا، پھر اس کے سینے سے لگ کر دودھ پینے لگا، ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جیسے میں اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں کہ نبی کریم ﷺ اپنی انگلی چوس رہے ہیں، بچہ کے دودھ پینے کی کیفیت بیان کرتے وقت، پھر ایک باندی اس کے قریب سے گزری جسے لوگ مار مار کر لے جا رہے تھے، اور کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے، تو نے چوری کی ہے، اور وہ کہہ رہی تھی کہ ''حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ'' اسے دیکھ کر اس عورت نے دعا کی کہ اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا، بچہ نے فوراً دودھ چھوڑا اور ماں کی طرف دیکھ کر کہا کہ اے اللہ! مجھے اسی جیسا بنا دے، پھر دونوں کی باہم گفتگو ہوئی، عورت نے کہا کہ ایک خوش لباس اور وجیہ آدمی گزرا، میں نے کہا کہ اے اللہ! میرے بچے کو اس جیسا بنا دے، مگر تم نے کہا کہ اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنانا، پھر اس باندی کو قریب سے لوگ لے کر گزرے جس کو وہ مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تو زانیہ ہے اور تو چورنی ہے، میں نے دعا کی کہ اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا مگر تم نے کہا کہ اے اللہ! مجھے اسی جیسا بنا دے، بچے نے کہا کہ وہ سوار ظالموں میں سے ایک ظالم تھا، اس لئے میں نے دعا کی کہ اے اللہ! اس جیسا نہ بنانا، اور اس باندی سے جو لوگ کہہ رہے تھے کہ تم نے چوری کی ہے اور زنا کیا ہے، حالانکہ اس نے زنا بھی نہیں کیا تھا اور نہ چوری کی تھی، اس لئے میں نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اسی جیسا بنا دے۔'' [اخرجہ البخاری (۳۴۳۶) و مسلم (۲۵۵۰)]

فوائد حدیث

۱۔ اس حدیث مبارک سے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی فضیلت معلوم ہوئی، بالخصوص والدہ کے ساتھ نیک سلوک کی عظمت ظاہر ہوئی اور واضح ہوا کہ ماں کی دعا قبول ہوتی ہے۔

۲۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگار انسان کو اس کی پرہیزگاری کی وجہ سے مشکلات سے ضرور نجات دلاتے ہیں۔

۳۔ جب بہت سے امور متعارض ہوں تو اس وقت پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے اہم امر کونسا ہے۔

۴۔ جب اپنی کسی حاجت یا پریشانی کے لئے دعا کرنی ہو تو پہلے وضو کر کے نماز پڑھنا مستحب ہے۔

۵۔ معلوم ہوا کہ وضو کا حکم سابقہ شریعت میں بھی تھا۔

۶۔ اولیاء کرام کی کرامات کا اثبات ہوا نیز یہ کہ کبھی ان کرامات کا ظہور ان کی خواہش اور طلب کے مطابق بھی ہو جاتا ہے۔

۷۔ اگر اپنے کسی ماتحت آدمی سے ادب کے خلاف کوئی کام سرزد ہو تو اس کے ساتھ رفق اور سلوک والا معاملہ کرنا چاہئے۔

۸۔ جو شخص اللہ کے ساتھ مخلص ہو کوئی فتنہ یا فساد اس کو نقصان نہیں پہنچاتا۔

۹۔ اگر اپنے اندر قوت پائے تو زیادہ عبادت اور ریاضت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۱۰۔ زنا کے مرتکب کو کبھی عزت پائیدار حاصل نہیں ہوتی۔

۱۱۔ جب اہم امور درپیش ہوں اور خوف وخطرہ کا عالم ہو تو نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جانا چاہئے۔

۱۲۔ اس حدیث سے حضرت جریج کی قوت ایمانی اور اللہ تعالیٰ سے توقع و امید کی

صحت معلوم ہوئی، اس لئے کہ ایک چھوٹا بچہ ان کی صداقت کی گواہی دینے کے لئے بول پڑا۔ حالانکہ عام طور پر اتنا چھوٹا بچہ نہیں بولتا۔

۱۳۔ تکبر، خود پسندی کی مذمت کے ساتھ جابر اور ظالم لوگوں کی برائی معلوم ہوئی۔

۱۴۔ معلوم ہوا کہ مظلوم آدمی کا اللہ کے ہاں مقام و مرتبہ ہے، اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ شیر خوار بچہ کبھی یہ دعا کرنا پسند نہ کرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس باندی جیسا بنا دے۔

۱۵۔ ثابت ہوا کہ اگر والدین میں سے کوئی شرعی مقصد کیلئے بلائے تو نفل نماز توڑ دینا جائز ہے۔

۱۶۔ دلیل اور برہان کے بغیر کسی تہمت یا الزام کی تصدیق نہیں کرنی چاہیے۔

(۱۶) سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور موت کا فرشتہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چند احادیث مبارکہ ذکر کیں، (جن میں سے ایک یہ تھی کہ) آپ ﷺ نے فرمایا: ''موت کا فرشتہ حضرت موسیٰ علیہ السلام) کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ آپ اپنے رب کے حکم کو قبول کریں (یعنی موت کے لئے تیار ہو جائیں) موسیٰ علیہ السلام نے اس فرشتہ کی آنکھ پر طمانچہ مار دیا جس سے اس کی آنکھ نکل گئی، (راوی کا) بیان ہے کہ پھر وہ فرشتہ، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ نے مجھے اپنے ایک بندے کے پاس بھیجا جو موت کو نہیں چاہتا، اس نے میری آنکھ بھی نکال دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ کو درست کر دیا اور فرمایا کہ میرے بندے کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ کیا تم زندگی کی چاہت رکھتے ہو؟ اگر تمہیں زندگی کی خواہش ہے تو اپنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھ دو، تیرے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے اتنے سال تو زندہ رہے گا، (چنانچہ فرشتہ نے جا کر کہا تو) موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ پھر کیا ہوگا؟ فرشتہ نے کہا کہ اس کے بعد تمہیں موت آ جائے گی، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ اب قریب ہی ہے، پھر انہوں

نے دعا کی کہ پروردگار! مجھے مقدس سرزمین میں ایک پتھر کے پھینکنے کے فاصلہ پر موت دینا'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں ان کی قبر دکھاتا جو کہ سرخ ٹیلے کے پاس راستہ پر واقع ہے۔''

[رواہ البخاری (۱۳۳۹) و احمد (۲/۲۶۹)]

فوائد حدیث

۱۔ معلوم ہوا کہ خدا کے پیغمبروں کو ارواح قبض کرنے سے قبل اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ یا تو زندگی کو اختیار کر لیں یا اللہ تعالیٰ کی رحمت میں آ جائیں۔

۲۔ فرشتے، انسانی صورت میں آسکتے ہیں۔

۳۔ اکابر بھی اللہ کے بندے ہوتے ہیں جیسے انبیاء کرام اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے لوگ، ان سے کوئی لغزش سرزد ہو جائے تو قابل عفو و درگزر ہوتی ہے۔

۴۔ اگر کوئی شخص کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل ہو جائے اور گھر کا مالک اس کو نقصان پہنچائے تو اس پر کوئی قصاص نہیں ہوگا۔

۵۔ حملہ آور شخص کا مقابلہ اور دفاع کرنا جائز ہے بلکہ مارنے کی نوبت آئے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ سے ثابت ہے کہ اگر دوسرا شخص جس پر حملہ کیا گیا ہو لڑائی میں قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے۔

۶۔ موت برحق ہے، اس سے کوئی مفر نہیں، اگر موت سے کوئی بچ سکتا تو انبیاء و رسل بچ پاتے۔

۷۔ موسیٰ علیہ السلام کا مقام و مرتبہ معلوم ہوا کہ انہوں نے ملک الموت کے طمانچہ مار کر آنکھ ہی نکال دی، اگر موسیٰ علیہ السلام کا اللہ کے ہاں کوئی مرتبہ یا اعزاز نہ ہوتا تو ملک الموت ان سے سخت انتقام لیتے۔

۸۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن اور متقی بندوں پر اپنا فضل و احسان فرما کر ان کا اکرام کیا کرتے ہیں۔

۹۔ معلوم ہوا کہ مقدس اور مبارک مقامات میں جہاں صالحین کے مدفن اور قبور ہوں دفن ہونا مستحب ہے۔

۱۰۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قبر مبارک ایک پتھر کے پھینکنے کے فاصلہ پر بیت المقدس کے قریب ہے۔

(۱۷) ایک عبادت گزار کا واقعہ

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بنی اسرائیل کا ایک عابد و زاہد آدمی تھا جس نے اپنے عبادت خانہ میں اللہ تعالیٰ کی ساٹھ سال عبادت کی تھی، ایک دن بارش ہوئی اور زمین سرسبز و شاداب ہوگئی، اس راہب (عبادت گزار) نے اپنے عبادت خانہ سے جھانک کر (دل میں) کہا کہ اگر میں نیچے اتر کر اللہ تعالیٰ کا ذکر وغیرہ کروں تو زیادہ نیکیاں ملیں گی، چنانچہ وہ نیچے اترا، اس کے پاس ایک یا دو روٹیاں تھیں، ایک دن وہ زمین پر بیٹھا تھا کہ ایک عورت اس کو ملنے آئی، وہ اس سے برابر باتیں کرتا رہا، وہ بھی اس سے باتیں کرتی رہی آخر اس راہب نے اس عورت سے ہمبستری کرلی، پھر اس پر غشی طاری ہوگئی پھر تالاب میں غسل کیلئے اترا تو ایک سائل آ گیا، اور اس نے روٹی مانگی پس اس نے ایک یا دو روٹیاں لینے کا اشارہ کیا، پھر مرگیا، پھر اس کی ساٹھ سالہ عبادت کا اس بدکاری کے ساتھ موازنہ کیا گیا تو اس کی بدکاری والا عمل اس کی نیکیوں پر بھاری ثابت ہوا، پھر ان نیکیوں کے ساتھ اس کی وہ ایک یا دو روٹیاں رکھی گئیں تو نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگیا اور اس کی مغفرت ہوگئی۔''

[اخرجه ابن حبان (۸۲۰)]

فوائد حدیث

۱۔ اللہ کی عبادت کے لئے گوشہ نشینی اختیار کرنا جائز ہے اور یہ عمل سابقہ امتوں میں مباح تھا۔

۲۔ انسان جب اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر کرتا ہے تو اس کی معرفت و محبت

اور ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔

۳۔ شیطان کبھی خیر خواہی اور نیک جذبہ کے دروازے سے آکر حملہ کرتا ہے۔

۴۔ معلوم ہوا کہ عورتیں، مردوں کے لئے باعث فتنہ ہیں اور شیطان کا جال ہیں۔

۵۔ زنا اور بدکاری کی شدت اور قباحت معلوم ہوئی۔

(۱۸) نزول وحی کی ابتداء

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر نزول وحی کا سلسلہ جس چیز سے شروع ہوا وہ سوتے میں سچے خوابوں کا نظر آنا تھا، آپ ﷺ جو خواب دیکھتے اس کی تعبیر اس طرح روشن ہو کر سامنے آ جاتی جیسے صبح کا اجالا، اس کے بعد آپ ﷺ کو تنہائی کا شائق بنا دیا گیا اور آپ ﷺ غار حراء میں گوشہ نشین رہنے لگے، اس غار میں آپ ﷺ عبادت کیا کرتے تھے، یعنی متعدد راتیں وہیں عبادت میں اس وقت تک مشغول رہتے جب تک کہ گھر والوں کا اشتیاق پیدا نہ ہو جاتا، آپ ﷺ اس کے لئے زاد راہ لے جاتے، پھر حضرت خدیجہؓ کے پاس آتے اور اگلی راتوں کے بقدر کچھ چیزیں لے کر واپس غار میں چلے جاتے (یہ سلسلہ جاری رہا) یہاں تک کہ حق (کے ظہور کا وقت) آ گیا، آپ ﷺ اس وقت بھی غار حراء میں تھے، آپ ﷺ کے پاس فرشتہ آیا اور کہا کہ پڑھو! آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر فرشتے نے مجھ کو پکڑا اور خوب زور سے بھینچا، یہاں تک کہ مجھے انتہائی تکلیف اور مشقت پہنچی، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھو! میں نے وہی جواب دیا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا، آنحضور ﷺ فرماتے ہیں کہ فرشتہ نے دوسری مرتبہ مجھ کو پکڑا اور بھینچا، یہاں تک کہ مجھے انتہائی تکلیف اور مشقت پہنچی، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھو! میں نے اس بار بھی یہی کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا، فرشتہ نے تیسری مرتبہ مجھ کو پکڑا اور خوب بھینچا، یہاں تک کہ مجھے انتہائی تکلیف اور مشقت ہوئی، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ: ''اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ

الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ" اس کے بعد آنحضرت ﷺ ان آیتوں کے ساتھ مکہ واپس آئے، اس وقت یہ حال تھا کہ آپ کا دل کانپ رہا تھا، آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ کر کہا کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو، مجھے کپڑا اوڑھا دو، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو کپڑا اوڑھا دیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کا خوف و ہراس جاتا رہا، تب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پورا واقعہ بتایا اور ان سے یہ بھی فرمایا کہ مجھ کو اپنی جان کا خوف ہے، حضرت خدیجہؓ نے (تسلی دیتے ہوئے) کہا کہ آپ ﷺ قطعاً خوف نہ کیجئے۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا، کیونکہ آپ ﷺ قرابت داروں سے حسن سلوک کا معاملہ کرتے ہیں، آپ (دوسروں کا) بوجھ اٹھاتے ہیں، آپ ﷺ غریبوں اور مسکینوں پر خرچ کرنے کے لئے کماتے ہیں، آپ ﷺ مہمان کی خاطر مدارات کرتے ہیں اور آپ ﷺ لوگوں کے حقیقی مصائب میں ان کی مدد کرتے ہیں، اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، آنحضور ﷺ کو لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس پہنچیں، ورقہ بن نوفل زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے، اور عبرانی زبان میں انجیل کو لکھتے تھے اور وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور نابینا بھی ہو گئے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے کہا کہ اے ابن عم! اپنے بھتیجے کی روداد سن لیجئے! ورقہ بن نوفل، آنحضرت ﷺ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: اے میرے بھتیجے! تم کیا دیکھتے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے وہ سارا واقعہ بیان کیا جو آپ ﷺ کے ساتھ پیش آیا تھا، ورقہ نے کہا کہ یہ تو وہی ناموس (فرشتہ) ہے جس کو اللہ تعالیٰ وحی دے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجتا تھا، اے کاش! میں اس وقت (اعلان نبوت کے وقت) جوان ہوتا، اے کاش! میں اس وقت زندہ ہی رہتا جب تمہاری قوم تمہیں نکال دے گی، رسول اللہ ﷺ نے (حیران ہوکر) پوچھا کہ کیا واقعی میری قوم مجھے (شہر سے) نکال دے گی؟! ورقہ نے کہا کہ ہاں، کیونکہ جب بھی کوئی شخص تمہاری طرح نبوت و شریعت لے کر آیا اس کے ساتھ دشمنی کی گئی، اگر میں ان ایام

میں زندہ رہا تو پوری طاقت اور قوت سے تمہاری مدد و حمایت کروں گا، لیکن اس کے بعد ورقہ بن نوفل زیادہ دن زندہ نہ رہے اور جلد ہی دنیا سے چلے گئے اور وحی کا سلسلہ بھی منقطع ہوگیا۔" [اخرجہ البخاری (۳) و مسلم (۱۶۰)]

فوائد حدیث

۱۔ معلوم ہوا کہ معلم کو چاہئے کہ اپنے متعلم کو متنبہ کرتے وقت احتیاط سے کام لے اور اسے سبق پر پوری توجہ دینے کا امر کرے۔

۲۔ لوگوں کے ساتھ نیکی اور سلوک کی فضیلت معلوم ہوئی خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔

۳۔ حدیث ہذا سے آنحضور ﷺ کے بعض اخلاق حسنہ کا پتہ چلا۔

۴۔ اچھے اخلاق انسان کو برے حالات سے بچانے کا سبب ہیں۔

۵۔ کبھی کسی مصلحت کے پیش نظر کسی کی منہ پر تعریف کرنا جائز ہے۔

۶۔ اس حدیث کے معلوم ہونے سے خوف زدہ انسان کو انسیت حاصل ہوتی ہے اور اس کی وحشت دور ہوتی ہے۔

۷۔ حدیث ہذا سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قلبی قوت اور کمال عقل و دانش معلوم ہوتی ہے۔

۸۔ اس حدیث سے دوسری قوم کی زبان کے سیکھنے کا جواز معلوم ہوا جو کسی مصلحت پر مبنی ہو۔

۹۔ ادب معلوم ہوا کہ چھوٹا بڑے کو کس طرح مخاطب کرے۔

۱۰۔ معلوم ہوا کہ ہلاک شدگان کی کثرت سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے اور نجات یافتہ لوگوں کی قلت سے گھبرانہیں جانا چاہئے۔

(۱۹) ﴿مبارک خاندان﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عورتوں میں پٹکا باندھنے کا طریقہ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ (حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا) سے چلا ہے، انہوں نے پٹکا اس لئے باندھا تھا کہ سارہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کو دور کر دیں، (پٹکا باندھ کر خود کو خادمہ کی صورت میں پیش کر کے) پھر انہیں اور ان کے بیٹے اسماعیل کو ابراہیم علیہ السلام ساتھ لے کر نکلے، اس وقت ابھی آپ اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھیں، اور بیت اللہ کے قریب ایک درخت کے پاس جو زمزم کے اوپر مسجد حرام کے بالائی حصہ میں تھا، انہیں لا کر بٹھا دیا، ان دنوں مکہ کسی بھی انسان کے وجود سے خالی تھا، اور ہاجرہ کے پاس پانی بھی نہیں تھا، ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں کو وہیں چھوڑ دیا اور ان کے لئے ایک چمڑے کے تھیلے میں کھجور اور ایک مشکیزہ میں پانی رکھ دیا، پھر ابراہیم علیہ السلام روانہ ہوئے، اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ان کے پیچھے پیچھے آئیں اور کہا کہ اے ابراہیم علیہ السلام! اس وادی میں جہاں کوئی بھی متنفس موجود نہیں، آپ ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے بار بار اس جملے کو دہرایا لیکن ابراہیم علیہ السلام ان کی طرف دیکھتے نہیں تھے، آخر ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں، اس پر ہاجرہ رضی اللہ عنہا بول اٹھیں کہ پھر اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کرے گا، چنانچہ وہ واپس آ گئیں، اور ابراہیم علیہ السلام روانہ ہو گئے، جب وہ مقام ثنیہ پر، جہاں سے یہ لوگ آپ کو نہیں دیکھ سکتے تھے، پہنچے تو آپ نے بیت اللہ کی طرف رخ کر کے اپنے ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی:

﴿رَبِّ اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ
بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ .... یَشْکُرُوْنَ﴾ یعنی

"میرے رب! میں نے اپنے خاندان کو اس وادی غیر ذی زرع
میں ٹھہرایا ہے......"

(قرآن مجید کی آیت) یَشْکُرُوْنَ تک آپ کے دعائیہ کلمات نقل ہوئے ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ انہیں دودھ پلانے لگیں! اور خود پانی پینے لگیں، آخر جب مشکیزہ کا سارا پانی ختم ہو گیا تو وہ پیاسی رہنے لگیں اور ان کے بیٹے بھی پیاسے رہنے لگے، وہ اب دیکھ رہی تھیں کہ سامنے ان کا لخت جگر (پیاس کی شدت سے) پیچ و تاب کھا رہا ہے یا کہا کہ زمین پر لوٹ رہا ہے، وہ وہاں سے ہٹیں، کیونکہ انہیں دیکھنے سے دل بے چین ہوتا تھا، صفا پہاڑی جو وہاں سے سب سے زیادہ قریب تھی، چڑھ گئیں، وادی کی طرف رخ کر کے دیکھنے لگیں کہ کہیں کوئی متنفس نظر آتا ہے لیکن کوئی انسان نظر نہ آیا۔ وہ صفا پہاڑی سے اتر گئیں اور جب وادی میں پہنچیں تو اپنا دامن اٹھا لیا اور کسی پریشان حال کی طرح دوڑنے لگیں۔ پھر وادی سے نکل کر مروہ پہاڑی پر آئیں اس پر کھڑی ہو کر دیکھنے لگیں کہ کہیں کوئی متنفس نظر آتا ہے لیکن کوئی نظر نہ آیا، اس طرح انہوں نے سات مرتبہ کیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں کے لئے سعی اسی لئے مشروع ہوئی" (ساتویں مرتبہ) جب وہ مروہ پر چڑھیں تو انہیں ایک آواز سنائی دی، انہوں نے کہا کہ خاموش! یہ خود اپنے ہی سے کہہ رہی تھیں اور آواز کی طرف انہوں نے کان لگا لئے، آواز اب بھی سنائی دے رہی تھی، پھر انہوں نے کہا کہ تمہاری آواز میں نے سنی، اگر تم میری مدد کر سکتے ہو تو کرو، پھر انہوں نے زمزم کی جگہ پر ایک فرشتہ دیکھا جس نے اپنی ایڑی سے زمین میں گڑھا کھودا یا یہ کہا کہ اپنے بازو سے، جس سے وہاں پانی نمودار ہو گیا، حضرت ہاجرہ نے اسے حوض کی شکل میں بنا دیا اور اپنے ہاتھ سے اس طرح کر دیا اور چلو سے پانی اپنے مشکیزہ میں ڈالنے لگیں، جب وہ بھر چکیں تو وہاں سے چشمہ ابل پڑا، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اللہ، ام اسماعیل پر رحم کرے، اگر زمزم کو انہوں نے یوں ہی چھوڑ دیا ہوتا یا آپ ﷺ نے فرمایا کہ چلو سے مشکیزہ نہ بھرا ہوتا تو زمزم ایک بہتے ہوئے چشمے کی صورت اختیار کر لیتا، بیان کیا کہ حضرت ہاجرہ نے خود بھی پانی پیا اور اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو بھی پلایا۔ اس کے بعد ان سے فرشتے نے کہا کہ اپنے

ضائع ہونے کا خوف ہرگز نہ کرنا، کیوں کہ یہیں خدا کا گھر ہوگا، جسے یہ بچہ اور اس کے والد تعمیر کریں گے اور اللہ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا، اب جہاں بیت اللہ ہے، اس وقت وہاں ٹیلے کی طرح زمین اٹھی ہوئی تھی، سیلاب کا دھارا آتا اور اس کے دائیں بائیں سے زمین کاٹ کر لے جاتا، اس طرح وہاں ان کے شب و روز گزرتے رہے اور آخر ایک دن قبیلہ جرہم کے چند گھرانے، مقام کداء کے راستے سے گزر کر مکہ کے نشیبی علاقے میں انہوں نے پڑاؤ کیا، انہوں نے منڈلاتے ہوئے کچھ پرندے دیکھے، ان لوگوں نے کہا کہ یہ پرندہ پانی پر منڈلا رہا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے جب بھی اس وادی سے گزرے، یہاں پانی کا نام ونشان بھی نہ پایا، آخر انہوں نے اپنا ایک آدمی یا دو آدمی بھیجے، وہاں انہوں نے واقعی پانی پایا، چنانچہ انہوں نے واپس آکر پانی کی موجودگی کی اطلاع دی، اب یہ سب لوگ یہاں آئے، راوی نے بیان کیا کہ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ اس وقت پانی کے پاس ہی تھیں، ان لوگوں نے کہا کہ کیا آپ ہمیں اپنے پڑوس میں قیام کی اجازت دیں گی؟ ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہاں، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ پانی پر تمہارا کوئی حق (ملکیت کا) نہیں ہوگا، انہوں نے اسے تسلیم کرلیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اب ام اسماعیل کو پڑوسی مل گئے تھے، ان لوگوں کی وجہ سے انسیت تو تھی ہی چنانچہ ان لوگوں نے خود بھی یہاں قیام کیا اور اپنے قبیلے کے دوسرے لوگوں کو بھی بلوالیا، اور سب لوگ بھی یہیں آکر قیام پذیر ہوگئے، اس طرح یہاں ان کے کئی گھرانے آکر آباد ہوگئے، اور بچہ (اسماعیل علیہ السلام) جوان ہوا اور ان سے عربی زبان سیکھ لی، جوانی میں اسماعیل علیہ السلام ایسے تھے کہ آپ پر سب کی نظریں اٹھتی تھیں، سب کو آپ بھلے لگتے، چنانچہ جرہم والوں نے آپ کی اپنے قبیلے کی ایک لڑکی سے شادی کردی، پھر اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کا بھی انتقال ہوگیا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام یہاں اپنے چھوڑے ہوئے سرمایہ کو دیکھنے تشریف لائے، اسماعیل علیہ السلام گھر پر موجود نہیں تھے، اس لئے آپ علیہ السلام نے ان کی بیوی سے ان کے متعلق دریافت فرمایا،

انہوں نے بتایا کہ روزی کی تلاش میں کہیں گئے ہیں، پھر آپ علیہ السلام نے ان سے ان کی معاش وغیرہ کے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا کہ حالت اچھی نہیں ہے، بڑی تنگی ترشی میں گزر اوقات ہوتی ہے، اس طرح انہوں نے شکایت کی، ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تمہارا شوہر آئے تو ان سے میرا سلام کہنا اور یہ بھی کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو بدل ڈالیں، پھر جب اسماعیل علیہ السلام واپس تشریف لائے تو جیسے انہوں نے کچھ انسیت سی محسوس کی اور پوچھا کہ کیا کوئی صاحب یہاں آئے تھے؟ بیوی نے بتایا کہ ہاں، ایک بزرگ اس صورت کے یہاں آئے تھے اور آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے، میں نے انہیں بتایا کہ (آپ تلاش معاش میں باہر گئے ہوئے ہیں) پھر انہوں نے پوچھا کہ تمہارے معاش کا کیا حال ہے؟ میں نے ان سے کہا کہ ہماری گزر اوقات بڑی تنگی ترشی سے ہوتی ہے، اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ انہوں نے تمہیں کوئی نصیحت بھی کی تھی؟ بیوی نے بتایا کہ ہاں، انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ کو سلام کہہ دوں اور کہہ گئے ہیں کہ آپ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو بدل دیں، اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ بزرگ میرے والد تھے، اور مجھے یہ حکم دے گئے ہیں کہ میں تمہیں جدا کر دوں۔ اب تم اپنے گھر چلی جاؤ، چنانچہ اسماعیل علیہ السلام نے انہیں طلاق دے دی، اور بنو جرہم میں ایک دوسری عورت سے شادی کرلی، جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور رہا، ابراہیم علیہ السلام ان کے ہاں نہیں آئے، پھر جب کچھ دنوں کے بعد تشریف لائے تو اس مرتبہ بھی اسماعیل علیہ السلام اپنے گھر پر موجود نہیں تھے، آپ علیہ السلام ان کی بیوی کے پاس گئے اور ان سے اسماعیل علیہ السلام کے متعلق دریافت فرمایا، انہوں نے بتایا کہ ہمارے لئے روزی تلاش کرنے گئے ہیں، ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ تم لوگوں کا کیسا حال ہے؟ آپ نے ان کی گزر بسر اور دوسرے حالات کے متعلق دریافت فرمایا، انہوں نے بتایا کہ ہمارا حال بہت اچھا ہے، بڑی فراخی ہے، انہوں نے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی، ابراہیم علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم لوگ کھاتے کیا ہو؟ انہوں نے بتایا کہ گوشت، آپ نے دریافت فرمایا کہ اور پیتے کیا

ہو؟ بتایا کہ پانی، ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لئے دعا کی، اے اللہ ان کے گوشت اور پانی میں برکت نازل فرما'' ان دنوں انہیں اناج میسر نہیں تھا، اگر اناج بھی ان کے کھانے میں شامل ہوتا تو ضرور آپ اس میں بھی برکت کی دعا کرتے، آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ صرف گوشت اور پانی پر خوراک میں انحصار، مداومت کے ساتھ مکہ کے سوا اور کسی خطہ زمین پر بھی موافق نہیں'' ابراہیم علیہ السلام نے (جاتے ہوئے) فرمایا کہ جب تمہارے شوہر واپس آجائیں تو ان سے میرا سلام کہنا اور ان سے کہہ دینا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو باقی رکھیں۔ جب اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو پوچھا کہ یہاں کوئی آیا تھا؟ بیوی نے بتایا کہ جی ہاں، ایک بزرگ بڑی اچھی وضع وشکل کے آئے تھے، بیوی نے ان کی تعریف کی، پھر انہوں نے مجھ سے آپ کے متعلق پوچھا اور میں نے بتا دیا، پھر انہوں نے پوچھا کہ تمہارے گزر بسر کا کیا حال ہے؟ میں نے بتایا کہ ہم اچھی حالت میں ہیں، اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا انہوں نے تمہیں کوئی وصیت بھی کی تھی؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں، آپ کو انہوں نے سلام کہا تھا اور حکم دیا تھا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو باقی رکھیں، اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بزرگ میرے والد تھے چوکھٹ تم ہو، اور آپ مجھے حکم دے گئے ہیں کہ تمہیں اپنے ساتھ رکھوں، پھر جتنے دنوں اللہ تعالیٰ کو منظور رہا، ابراہیم علیہ السلام ان کے ہاں تشریف نہیں لائے، جب تشریف لائے تو دیکھا کہ اسماعیل علیہ السلام زمزم کے قریب ایک بڑے درخت کے سایہ میں اپنے تیر بنا رہے ہیں، جب اسماعیل علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو فوراً کھڑے ہوگئے اور جس طرح ایک باپ اپنے بیٹے کے ساتھ اور بیٹا اپنے باپ کے ساتھ معاملہ کرتا ہے وہی طرز عمل ان دونوں نے اختیار کیا، پھر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اسماعیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حکم دیا ہے، اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو حکم دیا ہے اسے کر گزریئے، ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم بھی میری مدد کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں آپ کی مدد کروں گا، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس مقام پر ایک گھر بناؤں اور آپ نے

ایک اونچے مقام کی طرف اشارہ کیا کہ اس کے چاروں طرف، چنانچہ ان دونوں حضرات نے بیت اللہ کی بنیاد پر عمارت کی تعمیر شروع کی، اسماعیل علیہ السلام پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے جاتے تھے، جب دیواریں بلند ہوگئیں تو اسماعیل علیہ السلام ایک پتھر لائے اور اسے ابراہیم علیہ السلام کے لئے رکھ دیا، اب ابراہیم علیہ السلام اس پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر کرنے لگے، اسماعیل علیہ السلام پتھر دیئے جاتے تھے اور یہ دونوں حضرات یہ دعا پڑھتے جاتے تھے:

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾

''پروردگار! ہماری طرف سے قبول کیجئے، بے شک آپ بڑے سننے والے، بہت جاننے والے ہیں۔''

فرمایا کہ دونوں حضرات تعمیر کرتے رہے اور بیت اللہ کے چاروں طرف گھوم گھوم کر یہ دعا پڑھتے رہے:

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾

''یعنی اے ہمارے رب! ہماری طرف سے قبول کیجئے، بے شک آپ بڑے سننے والے، بہت جاننے والے ہیں۔''

[اخرجه البخاری (۳۳۶۴)، واحمد (۱/۲۵۳) وابن حبان (۹/۳۶) مختصراً]

فوائد حدیث

۱۔ شوہر کو حکیم و دانا ہونا چاہئے تا کہ گھریلو مسائل حکمت وبصیرت سے انجام دے سکے۔

۲۔ ہجرت کی مشروعیت ثابت ہوئی کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور سب سے پہلے مہاجر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں۔

۳۔ مشکلات کے باوجود ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خاندان کو ایسی بے آب وگیاہ زمین میں ٹھہرایا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی کامل درجہ تعمیل فرمائی۔

۴۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کی حفاظت اورنگہبانی کیا کرتے ہیں۔

۵۔ اپنے امور کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرنا اور اس ذات عالی پر توکل و بھروسہ کرنا انسان کی سعی وکوشش اور تدبیر کے خلاف نہیں ہے۔

۶۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور ان کا خدا تعالیٰ پر کامل اعتماد اور کامل معرفت، تنگ حالی اور حالت مسافرت پر راضی رہنا معلوم ہوا۔

۷۔ معلوم ہوا کہ فرشتے بھی کبھی نیک لوگوں سے کلام کیا کرتے ہیں اور ان کو ان کے لائق درجہ ومقام کی خوشخبری دیتے ہیں۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اثبات ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بے جان پتھر سے کس طرح پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔

۹۔ آب زمزم کی فضیلت معلوم ہوئی ، نیز یہ کہ زمزم کا پانی حضرت جبریل علیہ السلام کی ضرب کا اثر ہے اور یہ پانی روئے زمین پر موجود ہر قسم کے پانی سے افضل ہے۔

۱۰۔ معلوم ہوا کہ باپ کو چاہئے کہ اپنی اولاد کے لئے مناسب امور کی نصیحت و وصیت کرے۔

۱۱۔ صفاء ومروہ کی سعی اصل میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی یادگار ہے۔

۱۲۔ پانی کا مالک دوسروں کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہے، اور اس کو چاہئے کہ ضرورت سے زائد پانی محتاج اور ضرورت مند کو دیدے۔

۱۳۔ صالحین کا کھانے پینے میں برکت کی دعا کرنا مستحب ہے۔

۱۴۔ معلوم ہوا کہ دوستوں سے ملاقات کے وقت فرحت و انبساط کا اظہار کرنا چاہئے۔

۱۵۔ ثابت ہوا کہ سب سے پہلے عربی زبان میں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کلام کیا۔

۱۶۔ معلوم ہوا کہ وقفے وقفے سے اہل واولاد سے ملنے جانا جائز ہے اور وقتاً فوقتاً ان

کے یہاں جا کر ان کی خبر گیری کرنا مشروع ہے۔

۱۷۔ مکہ معظمہ کے گوشت اور پانی کی برکت ثابت ہوئی۔

۱۸۔ عزیز واقارب کے درمیان تعاون کی فضاء قائم رکھنی چاہئے۔

۱۹۔ قرابت داروں سے گلے ملنا جائز ہے، خصوصاً جب ملاقات کو عرصہ ہی گزر چکا ہو۔

۲۰۔ ثابت ہوا کہ کسی نیک عمل کے دوران یا اس سے فارغ ہونے کے بعد دعا کرنا جائز ہے۔

۲۱۔ معلوم ہوا کہ اس زمین پر پہلا گھر جو تعمیر ہوا وہ بیت اللہ شریف ہے۔

(۲۰) حضرت ایوب علیہ السلام، صابرین کے امام

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے نبی حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ سال تک آزمائش وتکلیف میں مبتلا رہے، قریب اور دور کے تمام رشتہ داروں نے ان کو چھوڑ دیا، صرف ان کے دو مخلص بھائیوں نے تعلق قائم رکھا، جو صبح وشام ان کے پاس آتے جاتے تھے، ایک دن ایک نے دوسرے سے کہا کہ جانتے ہو کہ ایوب علیہ السلام سے ایسا گناہ ہوا ہے کہ اس جیسا گناہ کسی نے نہ کیا ہوگا؟ دوسرے نے پوچھا کہ ان سے کونسا گناہ ہوا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ دیکھو! اٹھارہ سال کا عرصہ بیت گیا ہے، اللہ نے ان پر رحم نہیں کیا اور ان کی بیماری اور تکلیف کو دور نہیں فرمایا؟ ایک روز جب دونوں ایوب علیہ السلام کے پاس آئے تو اس سے صبر نہ ہو سکا اس نے وہ بات ایوب علیہ السلام کے سامنے کہہ دی، حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ کیا کہتا ہے، ہاں البتہ یہ بات ہے کہ جب میرا دو آدمیوں کے پاس سے گزر ہوتا اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوتے اور پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تو میں اپنے گھر واپس آ جاتا اور اس خیال سے کہ یہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں، ان سے درگزر کر دیتا تھا، آپ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام جب حاجت

کے لئے نکلتے اور اپنی ضرورت پوری کر لیتے تو ان کی بیوی ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ تک پہنچا دیتی تھی۔ ایک دن حضرت ایوب علیہ السلام نے آنے میں تاخیر کی اور اسی جگہ پر ان کی طرف وحی نازل ہوئی کہ:

﴿ارْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ﴾ (ص:۴۲)

"یعنی اپنا پاؤں مارو، یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا"

ادھر بیوی منتظر تھی اور انہوں نے دیکھا کہ کافی دیر ہوگئی ہے تو تھوڑی دیر بعد ایوب علیہ السلام ان کے پاس پہنچے، اس وقت حال یہ تھا کہ ساری تکلیف اور بیماری ختم ہو چکی تھی اور پہلے سے زیادہ حسین وجمیل ہوگئے تھے، بیوی نے جب ان کو دیکھا تو کہنے لگی کہ اللہ برکت دے، کیا تم نے خدا کے وہ پیغمبر جو تکلیف میں مبتلا ہیں کہیں دیکھے ہیں؟ خدا گواہ ہے کہ جب وہ تندرست تھے تو ان کی شباہت اور شکل تجھ سے بڑی ملتی جلتی تھی!!! ایوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں وہی ایوب ہوں! ایوب علیہ السلام کے دو کھلیان تھے، ایک گیہوں (گندم) کا اور ایک جو کا، اللہ تعالیٰ نے دو بادل کے ٹکڑے بھیجے کہ ان میں سے ایک نے گندم کے کھلیان پر سونا برسایا جس سے وہ کھلیان سونے سے لبالب بھر گیا اور دوسرے نے جو کے کھلیان پر چاندی برسائی جس سے وہ کھلیان چاندی سے لبالب بھر گیا۔" [اخرجه ابن حبان (۲۰۹۱) وابویعلی (۱/۱۷۶) وابونعیم فی الحلیة (۳/۳۷۴) والحاکم (۲/۵۸۱) والهیثمی فی مجمع الزوائد (۸/۲۰۸)]

فوائد حدیث

۱۔ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کو سب سے زیادہ آزمائش پیش آتی ہے۔

۲۔ ایوب علیہ السلام کی فضیلت ثابت ہوئی کہ انہوں نے کس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش آمدہ آزمائش پر صبر کیا۔

۳۔ انسان کو اپنے دین پر استقامت کے بقدر آزمائش پیش آتی ہے۔

۴۔ صبر کا انجام دنیا و آخرت میں بہت اچھا ہوتا ہے۔

۵۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے دل میں رب تعالیٰ کی بے حد قدر و عظمت تھی کہ

ان لوگوں کو جو جھگڑتے اور پھر اللہ پاک کا ذکر کرتے تو ان کو معاف کر دیا کرتے تھے۔

۶۔ ایوب علیہ السلام کی بیوی کی وفاداری معلوم ہوئی، نیک بیوی ہر حال میں اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہے خواہ خوشحالی ہو یا تنگ حالی۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ثابت ہوئی کہ اس ذات نے ایوب علیہ السلام کی تکلیف کو دور کر کے ان کو شفاء بخشی۔

۸۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے فیصلہ اور تقدیر پر جو راضی رہتا ہے اس کو بالآخر اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور ناخوش ہونے والے کے نصیب میں خدا کی ناراضگی۔

۹۔ انبیاء علیہم السلام کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

۱۰۔ ہر تنگی کے بعد کشادگی اور مصیبت کے بعد راحت ضرور حاصل ہوتی ہے۔

(۲۱) ﴿آسمان سے سونا گرتا ہے﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "ایک دن ایوب علیہ السلام برہنہ بدن غسل فرما رہے تھے کہ سونے کی ٹڈیاں ان پر آ کر گرنے لگیں اور ایوب علیہ السلام ان کو (پکڑ پکڑ کر) اپنے کپڑے میں جمع کرنے لگے، اللہ تعالیٰ نے ان کو پکارا کہ اے ایوب علیہ السلام! کیا میں نے تم کو ان چیزوں سے بے نیاز نہیں کر دیا تھا؟ ایوب علیہ السلام نے عرض کی کہ کیوں نہیں، تیری عزت کی قسم! لیکن مجھے تیری برکت سے کوئی بے نیازی نہیں ہے۔"

[رواه احمد (۲/۳۱۴) وابن حبان (۶۲۲۹) و عبدالرزاق (۲۰۴۰۳) والترمذی (۳۹۷۷)]

فوائد حدیث

۱۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اکیلا یا اپنی بیوی کے ساتھ برہنہ ہو کر غسل کرے تو یہ جائز ہے۔

۲۔ جس شخص کو اپنے اوپر اعتماد ہو کہ وہ شکر کر سکے گا اس کے لئے جائز ہے کہ مال حلال کی کثرت کی خواہش کرے۔

۳۔ شکر گزار مال دار کی فضیلت معلوم ہوئی۔

۴۔ عورتوں کا زیب و زینت کے لئے سونا وغیرہ بنانا جائز ہے۔

۵۔ حلال ذرائع سے حاصل شدہ مال کو برکت والا کہنا درست ہے۔

۶۔ معلوم ہوا کہ کسی جاندار کی مکمل صورت تو ممنوع ہے لیکن اس کے بعض اعضاء کا رکھنا جائز ہے (البتہ صرف سر بھی جس میں چہرہ وغیرہ موجود ہو تصویر کے حکم میں ہے اور ممنوع ہے)

(۲۲) صدقہ و خیرات کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک آدمی کسی جنگل و بیابان میں کھڑا تھا کہ اس نے بادل میں سے ایک آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کرو، چنانچہ وہ بادل وہاں سے چلا اور کالی پتھریلی زمین پر اپنا پانی جا کر انڈیل دیا، پھر نالیوں میں سے ایک نالی نے سارا پانی جمع کر لیا، وہ آدمی اس پانی کے پیچھے پیچھے گیا تو دیکھا کہ ایک شخص اپنے باغ میں موجود ہے اور اپنی کدال سے پانی کو آگے پہنچا رہا ہے، اس نے اس شخص سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے؟ تو اس نے وہی نام بتایا جو اس نے بادل میں سے سنا تھا، پھر اس شخص نے پوچھا کہ اے بندہ خدا! تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے اس بادل میں سے جس کا یہ پانی ہے، آواز سنی تھی کہ کوئی کہتا ہے کہ فلاں شخص کے باغ کو جا کر سیراب کرو اور تیرا نام ہی لیا گیا تھا۔ تو ذرا بتا تو سہی کہ تو عمل کیا کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ جب تم نے یہ بات کہی ہے تو میں بتاتا ہوں کہ میں دیکھا کرتا ہوں کہ اس زمین سے کیا پیداوار ہوتی ہے؟ اس پیداوار کا تہائی حصہ تو صدقہ میں دے دیتا ہوں اور ایک تہائی میں خود کھاتا ہوں اور میرے اہل و عیال کھاتے ہیں اور ایک تہائی اس زمین میں

لگاتا ہوں۔'' [اخرجہ مسلم (۲۹۸۴)]

فوائد حدیث

۱۔ ضرورت مند لوگوں پر صدقہ و خیرات کی فضیلت معلوم ہوئی۔

۲۔ معلوم ہوا کہ مسکینوں اور مسافر لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہئے۔

۳۔ ہاتھ کی کمائی کی فضیلت ثابت ہوئی۔

۴۔ اہل و عیال پر خرچ کرنے کی فضیلت معلوم ہوئی۔

۵۔ اولیا کرام کی کرامات کا اثبات ہوا کہ کائنات ان کی خدمت کے لئے مامور ہے۔

۶۔ زراعت اور کاشتکاری کی فضیلت معلوم ہوئی کہ یہ افضل ترین پیشہ ہے۔

۷۔ پتہ چلا کہ بادل بھی حکم الٰہی کے تابع ہوتے ہیں اور اس کے لئے فرشتے مقرر ہیں۔

۸۔ اللہ تعالیٰ ایسے بندے سے محبت کرتے ہیں جو ہر حق دار کا حق ادا کرتا ہے اور اپنے معاملات میں توازن قائم رکھتا ہے۔

۹۔ مومن، بشر رہتے ہوئے بھی کبھی فرشتوں کی آواز کو سن لیتا ہے۔

(۲۳) کفر کی نحوست

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا ''اگر قوم نوح میں سے کسی پر اللہ تعالیٰ رحم کرتے تو بچہ پر رحم کرتے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو نو سو پچاس سال تک دعوت توحید دیتے رہے، آخری وقت میں آ کر انہوں نے درخت لگائے، پھر درخت بڑے ہوئے اور خوب بڑھ گئے تو ان کو کاٹ کر (ان کی لکڑیوں سے) کشتی بنانے لگے، لوگ گزرتے اور پوچھتے تو آپ ان سے کہتے کہ میں کشتی بنا رہا ہوں، لوگ ان کا مذاق اڑاتے اور کہتے کہ کیا تم کشتی بناتے ہو

خشکی پر چلانے کے لئے؟ خشکی پر کشتی کیسے چلے گی؟ حضرت نوح علیہ السلام ان سے فرماتے کہ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنا کر فارغ ہو گئے اور تنور سے پانی ابل پڑا اور تمام راستے پانی سے بھر گئے تو بچہ کی ماں کو اپنے بچے کی جان کا خطرہ لاحق ہوا جس سے اس کو بے حد محبت تھی، چنانچہ وہ اس کو لے کر پہاڑ کی طرف نکلی، جب پہاڑ کے تہائی حصہ پر پہنچی تو پانی بھی وہاں تک پہنچ گیا، وہ اس کو لے کر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچی تو پانی اس کے منہ تک پہنچ گیا تو اس نے اپنے ہاتھ سے بچہ کو اٹھایا لیکن پانی اس کو بہا کر لے گیا، اگر اللہ تعالیٰ کو قوم نوح کے کسی فرد پر رحم کرنا منظور ہوتا تو اس بچہ کی ماں پر رحم کرتے۔'' [رواہ الحاکم (۲/۳۴۲) ومن روایۃ ابن عباس (۲/۲۴۳)]

فوائد حدیث

۱۔ اس حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام معمر ترین لوگوں میں سے تھے کہ ایک ہزار پچاس سال تک زندہ رہے۔ چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز ہوئے اور نو سو پچاس سال دعوت توحید میں صرف کئے، طوفان کے بعد مزید ساٹھ سال تک زندہ رہے۔

۲۔ سب سے پہلے سیدنا نوح علیہ السلام نے کشتی بنائی۔

۳۔ اسباب معاش اختیار کرنا جائز ہے اور یہ چیز توکل علی اللہ کے خلاف نہیں ہے۔

۴۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کبھی مجرم لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے بے قصور اور بے گناہ لوگوں کو بھی عذاب کی لپیٹ میں لے آتے ہیں ضرور اس میں کوئی حکمت پنہاں ہے جو ہمارے علم سے باہر ہے۔

۵۔ کفر وسرکشی کی نحوست معلوم ہوئی کہ یہ چیز آخرت سے پہلے دنیا کے اندر بھی موجب عذاب ہے نیز یہ کہ کافر پر اللہ تعالیٰ رحمت نہیں کرتے جیسے مومن پر کرتے ہیں۔

(۲۴) سیدنا موسیٰؑ کے کپڑے لے کر پتھر بھاگ نکلا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل کے لوگ ننگے نہاتے تھے اور ایک دوسرے کو دیکھتے تھے لیکن موسیٰ علیہ السلام اکیلے نہاتے (ایک دن) بنی اسرائیل کے لوگوں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام ہمارے ساتھ اس لئے نہیں نہاتے کہ ان کے خصیے پھولے ہوئے ہیں (یعنی اس بیماری میں مبتلا ہیں) ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام غسل کے ارادے سے نکلے، اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھے تو وہ پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگ نکلا، موسیٰ علیہ السلام بھی اس کے پیچھے دوڑے یہ کہتے ہوئے کہ اے پتھر! میرے کپڑے تو دیدو، یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ لیا اور کہا کہ واللہ! موسیٰ علیہ السلام تو کسی بیماری میں مبتلا نہیں ہیں، پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے لئے اور اس پتھر کو مارنے لگے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے مارنے کی وجہ سے اس پتھر پر چھ یا سات نشانات پڑ گئے۔ اور یہ آیت نازل ہوئی:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا﴾ (الاحزاب: ۶۹)

''یعنی اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے (کچھ تہمت تراش کر) موسیٰؑ کو ایذا دی تھی سو ان کو خدا تعالیٰ نے بری ثابت کر دیا اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے معزز تھے۔''

[اخرجہ البخاری (۲۷۸) و مسلم (۲۳۷۲)]

فوائد حدیث

۱۔ حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ بوقت ضرورت برہنہ بدن چلنا جائز ہے اور بعض اوقات حالت اختیار میں بھی۔ جیسے ایک حدیث میں فرمایا: اے معاویہ بن حکم! اپنی بیوی اور باندی کے سوا ہر جگہ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو۔''

۲۔ ضرورت کے وقت شرمگاہ کا دیکھنا جائز ہے جیسے علاج معالجہ کے وقت۔

۳۔ معلوم ہوا کہ تنہائی میں برہنہ ہو کر غسل کرنا بھی جائز ہے اگرچہ شرمگاہ کا ڈھانپنا افضل ہے۔

۴۔ ہماری شریعت میں جو حکم سابقہ شریعتوں کے خلاف ہو وہاں سابقہ شریعت پر عمل کرنا جائز نہیں ہوگا۔

۵۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں اور رسولوں کو خلقت اور اخلاق دونوں طرح سے کامل پیدا کرتے ہیں۔

۶۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی بشریت معلوم ہوئی کہ دوسرے لوگوں کی طرح ان کے اندر بھی مارنے، غصہ کرنے اور دیگر جذبات موجود ہوتے ہیں۔

۷۔ انبیاء علیہم السلام کا صبر وتحمل معلوم ہوا کہ وہ جاہل لوگوں کی ایذا رسانی اور نادانی کو کیسے برداشت کرتے تھے۔

۸۔ صفت حیاء کی عظمت معلوم ہوئی کہ حیا وشرم انبیاء علیہم السلام کی کریمانہ صفات میں سے ہے۔

(۲۵) ﴿خطا ونسیان اور انکار انسان کی طبیعت میں داخل ہے﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

''جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت سے قیامت تک پیدا ہونے والی ہر جان (ذی روح مخلوق) جس کو اللہ نے ان کی نسل میں پیدا کرنا تھا، نکل آئی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر انسان کی دو آنکھوں کے درمیان روشنی کی ایک چمک پیدا کر دی، پھر ان سب کو آدم علیہ السلام کے روبرو لا کھڑا کیا۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا، اے میرے رب! یہ سب کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سب تمہاری اولاد ہے، آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک آدمی کو دیکھا تو اس کی دو آنکھوں کے درمیان کی چمک ان کو بہت بھلی لگی، آدم علیہ السلام نے پوچھا

پروردگار! یہ شخص کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ایک آدمی ہیں جو تیری ہی اولاد میں سے آخر امت میں ہوگا، جس کا نام ''داؤد'' ہوگا، آدم علیہ السلام نے پوچھا، پروردگار! آپ نے اس کی عمر کتنی رکھی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ساٹھ سال، آدم علیہ السلام نے کہا کہ پروردگار! اس کو میری عمر میں سے چالیس سال مزید دیدیں، جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر پوری ہوگئی تو موت کا فرشتہ آ پہنچا، حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا ابھی میری عمر کے چالیس سال باقی نہیں ہیں؟ فرشتہ نے کہا کہ کیا آپ نے وہ چالیس سال حضرت داؤد علیہ السلام کو نہیں دے دیئے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام نے انکار کیا تو ان کی اولاد بھی انکار کرتی ہے، وہ بھول گئے تو ان کی اولاد بھی بھولتی ہے، ان سے خطا ہوئی تو ان کی اولاد بھی خطا کرتی ہے۔''

[اخرجه الترمذی (۲۸۷۸) وابن خزیمة فی التوحید (۶۷) وابن حبان (۶۱۶۷) واحمد (۱/۲۵۱)]

فوائد حدیث

۱۔ ہر چیز پر خدا تعالیٰ کی قدرت نافذ ہوتی ہے، جب وہ ذات کسی کام کا ارادہ فرما لے تو کوئی چیز اس کے سامنے حائل نہیں ہوسکتی، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۲۔ معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں۔

۳۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ عنقریب ان کی پشت سے یہ ساری خلقت پیدا ہونے والی ہے۔

۴۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو خصوصی طور پر زیادہ حسن و چمک عطا کیا گیا تاکہ آدم علیہ السلام اس کے ذریعہ ان کو پہچان سکیں۔

۵۔ ہر انسان کا عمل اور اجل مقرر ہے اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔

۶۔ معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کے لوگوں کی عمریں امت محمدیہ کی طرح کم ہوتی تھیں۔

۷۔ بنی اسرائیل سابقہ امتوں میں سے آخری امت تھی۔

۸۔ انسان کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جو کچھ عطا کریں دوسروں کو بھی دیا کرے، خواہ دنیا کی کوئی نعمت ہو۔

۹۔ خطا ونسیان اور انکار انسان کی سرشت میں داخل ہے۔

۱۰۔ معلوم ہوا کہ چھینکنے والے کا الحمد للہ کہنا اور دوسرے کا اس کو جواب دینا اور اسی طرح ہدیہ سلام پیش کرنا ایسے احکام ہیں جو تمام شرائع و ادیان میں مشترک ہیں۔

۱۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کی حساب وشماریات پر قدرت ثابت ہوئی۔

۱۲۔ انسان چونکہ خطا ونسیان کا پتلا ہے اس لئے معاملات تحریری طور پر طے کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲۶) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن کعب نے جو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں میں سے تھے اور حضرت کعبؓ کو نابینا ہونے کے وقت راستے میں لے کر چلتے تھے، یہ بیان کیا کہ میں نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے ان کے غزوہ تبوک میں شریک نہ ہو سکنے کا واقعہ سنا، آپ نے بیان کیا کہ غزوہ بدر کے سوا اور کسی غزوہ میں ایسا نہیں ہوا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک نہ ہوا ہوں، البتہ میں غزوہ تبوک میں بھی شریک نہ ہوا تھا لیکن جو لوگ غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے ان کے متعلق حضور اقدس ﷺ نے کسی قسم کی ناگواری کا اظہار نہیں کیا تھا، کیونکہ اس موقع پر آپ ﷺ قریش کے قافلہ کی تلاش میں نکلے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے کسی سابقہ تیاری کے بغیر آپ کا دشمنوں سے مقابلہ ہو گیا، اور میں لیلتہ العقبہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا، یہ وہی رات ہے جس میں ہم نے اسلام کے لئے عہد کیا تھا اور مجھے تو یہ غزوہ بدر سے بھی زیادہ عزیز ہے، اگرچہ لوگوں کی زبانوں پر بدر کا چرچا بہت ہے، میرا واقعہ یہ ہے کہ میں اپنی زندگی

میں کبھی اتنا قوی اور اتنا مالدار نہیں ہوا تھا جتنا اس موقع پر، جب کہ میں آنحضور ﷺ کے ساتھ تبوک کے غزوہ میں شریک نہیں ہو سکا تھا، خدا جانتا ہے کہ اس سے پہلے کبھی میرے پاس دو اونٹ جمع نہیں ہوئے تھے، لیکن اس موقع پر میرے پاس دو اونٹ تھے۔ رسول اللہ ﷺ جب کبھی کسی غزوہ کے لئے تشریف لے جاتے تو آپ ﷺ اس کے لئے ذو معنی الفاظ استعمال کرتے تھے (تا کہ معاملہ راز میں رہے) لیکن اس غزوہ کا جب موقع آیا تو گرمی بڑی شدید تھی، سفر بھی بہت طویل تھا، بیابانی راستہ اور دشمن کی فوج کی کثرت، تمام مشکلات سامنے تھیں، اس لئے حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو اس غزوہ سے متعلق بہت صراحت کے ساتھ بتا دیا تھا تا کہ اس کے مطابق پوری پوری تیاری کر لیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس سمت کی بھی نشاندہی کر دی جدھر سے آپ ﷺ کا جانے کا ارادہ تھا، مسلمان بھی آپ ﷺ کے ساتھ بہت تھے اتنے کہ کسی رجسٹر میں سب کے ناموں کا اندراج بھی مشکل تھا، حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ کوئی بھی شخص اگر اس غزوہ میں شریک نہ ہونا چاہتا تو وہ یہ خیال کر سکتا تھا کہ اس کی غیر حاضری کا کسی کو پتہ نہیں چلے گا (لشکر زیادہ ہونے کی بناء پر) الا یہ کہ اس کے متعلق وحی نازل ہو، حضور اقدس ﷺ جب اس غزوہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو پھل پکنے کا زمانہ تھا اور سایہ میں بیٹھ کر لوگ لطف اندوز ہوتے تھے، حضور علیہ السلام بھی تیاریوں میں مصروف تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ مسلمان بھی، لیکن میں روزانہ یہ سوچتا کہ کل سے میں بھی تیاری کر لوں گا، مجھے اسباب میسر ہیں، یونہی وقت گزرتا گیا، آخر لوگوں نے اپنی تیاریاں مکمل بھی کر لیں اور حضور اقدس ﷺ، مسلمانوں کو لے کر روانہ ہو گئے، اس وقت تک میں نے کوئی تیاری نہیں کی تھی، اس موقع پر بھی میں نے اپنے دل کو یہی کہہ کر سمجھا لیا کہ کل یا پرسوں تک تیاری کروں گا اور پھر لشکر سے جا ملوں گا، کوچ کے بعد دوسرے دن میں نے تیاری کے لئے سوچا لیکن اس دن بھی کوئی تیاری نہیں کی، پھر تیسرے دن کے لئے سوچا اور اس دن بھی کوئی تیاری نہیں کی، یوں وقت گزرتا گیا اور لشکر بہت آگے بڑھ گیا، غزوہ میں شرکت میرے لئے بہت دور کی بات

ہوگئی اور میں یہی ارادہ کرتا رہا کہ یہاں سے چل کر انہیں پالوں گا، کاش! میں نے ایسا کرلیا ہوتا لیکن یہ میرے مقدر میں نہیں تھا، حضور اکرم ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں باہر نکلتا تو مجھے بڑا رنج ہوتا کیونکہ یا تو وہ لوگ نظر آتے جن کے چہروں سے نفاق ٹپکتا تھا یا پھر وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے معذور یا ضعیف قرار دے دیا تھا، حضور اقدس ﷺ نے میرے متعلق کسی سے نہیں پوچھا تھا، لیکن جب آپ تبوک پہنچ گئے تو وہیں ایک مجلس میں آپ نے دریافت فرمایا کہ کعبؓ نے کیا کیا؟ بنوسلمہ کے ایک صاحب نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس کے غرور تکبر نے اس کو آنے نہ دیا، اس پر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بولے! تم نے بڑی بات کہی، یا رسول اللہ ﷺ! خدا گواہ ہے ہمیں ان کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ معلوم نہیں، آنحضرت ﷺ نے کچھ نہیں فرمایا، حضرت کعب بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ آنحضور ﷺ واپس تشریف لا رہے ہیں تو مجھ پر فکر و تردد سوار ہوا میرا ذہن کوئی ایسا جھوٹا بہانہ تلاش کرنے لگا۔ جس سے میں حضور ﷺ کی ناراضگی سے بچ سکوں، اپنے گھر کے ہر ذی رائے سے اس کے متعلق میں نے مشورہ لیا، لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ مدینہ سے بالکل قریب آچکے ہیں تو باطل خیالات میرے ذہن سے چھٹ گئے اور مجھے یقین ہوگیا کہ اس معاملہ میں جھوٹ بول کر میں اپنے کو کسی طرح بچا نہیں سکتا۔
چنانچہ میں نے سچی بات کہنے کا پختہ ارادہ کرلیا، صبح کے وقت آنحضور ﷺ تشریف لائے، جب آپ ﷺ کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو یہ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے، پھر لوگوں کے ساتھ مجلس میں بیٹھتے۔ جب آپ فارغ ہو چکے تو آپ ﷺ کی خدمت میں وہ لوگ آئے جو غزوہ میں شریک نہیں ہوسکے تھے اور قسم کھا کھا کر اپنے عذر بیان کرنے لگے، ایسے لوگوں کی تعداد تقریباً اسی تھی۔ حضور انور ﷺ نے ان کے ظاہر کو قبول کیا، ان سے عہد و پیمان لیا، ان کے لئے مغفرت کی دعا کی اور ان کے باطن کو اللہ کے سپرد کیا، اس کے بعد میں حاضر ہوا، میں نے سلام کیا تو آپ ﷺ مسکرائے، آپ ﷺ کی مسکراہٹ

میں تلخی تھی، پھر فرمایا آؤ، میں چند قدم چل کر آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم غزوہ میں کیوں شریک نہیں ہوئے، کیا تم نے کوئی سواری نہیں خریدی تھی؟ میں نے عرض کیا کہ میرے پاس سواری موجود تھی، خدا گواہ ہے، اگر میں آپ ﷺ کے سوا کسی دنیا دار شخص کے سامنے آج بیٹھا ہوا ہوتا تو کوئی عذر گھڑ کر اس کی ناراضگی سے بچ سکتا تھا، مجھے خوبصورتی اور صفائی کے ساتھ گفتگو کا سلیقہ حاصل ہے لیکن خدا گواہ ہے مجھے یقین ہے کہ اگر آج میں آپ ﷺ کے سامنے کوئی جھوٹا عذر بیان کر کے آپ ﷺ کو راضی کرلوں تو بہت جلد اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مجھ سے ناراض کردے گا، اس کی بجائے اگر میں آپ ﷺ سے سچی بات بیان کردوں تو یقیناً آنحضور ﷺ کو میری طرف سے کبیدگی ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ سے مجھے عفو و درگزر کی پوری امید ہے، خدا گواہ ہے کہ مجھے کوئی عذر نہیں تھا، خدا گواہ ہے، اس وقت سے پہلے کبھی میں اتنا قوی اور مال دار نہیں تھا اور پھر بھی میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک نہیں ہوسکا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے سچی بات بتا دی ہے، اچھا اب جاؤ! یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں خود کوئی فیصلہ کردے، میں اٹھ گیا اور میرے پیچھے بنوسلمہ کے کچھ افراد بھی دوڑے ہوئے آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ بخدا! ہمیں تمہارے متعلق یہ معلوم نہیں تھا کہ اس سے پہلے تم نے کوئی گناہ کیا ہے اور تم نے بڑی کوتاہی کی کہ حضور ﷺ کے سامنے ویسا ہی کوئی عذر نہیں بیان کیا جیسا دوسرے نہ شریک ہونے والوں نے بیان کر دیا تھا، تمہارے گناہ کے لئے تمہارے لئے آنحضور ﷺ کا استغفار ہی کافی ہوجاتا، خدا کی قسم! ان لوگوں نے مجھے اس پر اتنی ملامت کی کہ مجھے خیال آیا کہ واپس جا کر آنحضرت ﷺ سے کوئی جھوٹا عذر بیان کر آؤں، پھر میں نے ان سے پوچھا کہ کیا میرے علاوہ کسی اور نے بھی مجھ جیسا عذر بیان کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہاں دو حضرات نے اسی طرح معذرت کی جس طرح تم نے کی، اور انہیں جواب بھی وہی ملا جو تمہیں ملا، میں نے پوچھا کہ ان کے نام کیا ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ مرارہ بن ربیع العمری اور ہلال بن امیہ الواقفی، انہوں نے دو ایسے صحابہؓ کا نام لیا تھا

جو صالح تھے اور غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے، ان کا طرز عمل میرے لئے نمونہ بن گیا، چنانچہ انہوں نے جب ان کا نام لیا تو میں اپنے گھر چلا آیا، اور آنحضور ﷺ نے ہم سے بات چیت کرنے کی ممانعت کردی، بہت سے جو غزوہ میں شریک نہیں ہوئے تھے ان میں سے صرف ہم تین سے، لوگ ہم سے الگ تھلگ رہنے لگے اور سب لوگ بدل گئے، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ساری کائنات ہی بدل گئی، ہمارا اس سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے، پچاس دن تک ہم اسی طرح رہے، میرے دو ساتھیوں (ہلالؓ اور مرارہؓ) نے تو اپنے گھروں سے نکلنا ہی چھوڑ دیا، بس روتے رہتے تھے، لیکن میرے اندر ہمت و جرأت تھی، میں باہر نکلتا تھا، مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا تھا اور بازاروں میں گھوما کرتا تھا، لیکن مجھ سے بولتا کوئی نہ تھا، میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا تھا، آپ ﷺ کو سلام کرتا، جب آپ ﷺ نماز کے بعد مجلس میں بیٹھتے تھے، میں اس کی جستجو میں لگا رہتا تھا کہ دیکھوں سلام کے جواب میں آنحضور ﷺ کے مبارک ہونٹ ملے یا نہیں، پھر آپ ﷺ کے قریب ہی نماز پڑھنے لگ جاتا تو آنحضرت ﷺ میری طرف دیکھتے لیکن جونہی میں آپ ﷺ کی طرف دیکھتا، آپ ﷺ چہرہ پھیر لیتے، آخر جب اس طرح لوگوں کی بے رخی بڑھتی گئی تو میں (ایک دن) حضرت ابوقتادہؓ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا، وہ میرے چچا زاد بھائی تھے اور مجھے ان سے بہت تعلق خاطر تھا، میں نے انہیں سلام کیا لیکن خدا گواہ ہے، انہوں نے بھی میرے سلام کا جواب نہیں دیا، میں نے کہا: ابوقتادہؓ! تمہیں خدا کا واسطہ، کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے مجھے کتنی محبت ہے؟ انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، میں نے دوبارہ ان سے یہی سوال کیا، خدا کا واسطہ دے کر، لیکن اب بھی وہ خاموش تھے، پھر میں نے خدا کا واسطہ دے کر ان سے یہی سوال کیا، اس مرتبہ انہوں نے صرف اتنا کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے، اس پر میرے آنسو پھوٹ پڑے، میں واپس چلا آیا اور دیوار پر چڑھ کر اتر آیا، آپؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ شام کا ایک کاشتکار جو غلہ فروخت کرنے مدینہ آیا

تھا، پوچھ رہا تھا کہ کعب بن مالکؓ کہاں رہتے ہیں؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا تو وہ میرے پاس آیا اور شاہ غسان کا ایک خط مجھے دیا، اس خط میں یہ تحریر تھا:

''اما بعد! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے صاحب تمہارے ساتھ زیادتی کرنے لگے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تمہیں کوئی ذلیل نہیں پیدا کیا کہ تمہارا حق ضائع کیا جائے، تم ہمارے یہاں آ جاؤ، ہم تمہارے ساتھ بہتر سے بہتر معاملہ کریں گے۔'' جب میں نے یہ خط پڑھا تو میں نے کہا کہ یہ ایک اور مصیبت آ گئی، میں نے اس خط کو تنور میں جلا دیا، ان پچاس دنوں میں سے جب چالیس دن گزر چکے تھے تو رسول اللہ ﷺ کے قاصد میرے پاس آئے اور کہا کہ حضور ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اپنی بیوی کے بھی قریب نہ جاؤ، میں نے پوچھا، کیا میں اسے طلاق دے دوں یا پھر مجھے کیا کرنا چاہئے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، صرف ان سے جدا رہو، ان کے قریب نہ جاؤ، میرے دونوں ساتھیوں کو بھی یہی حکم آپ ﷺ نے بھیجا تھا، میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ، اور اس وقت تک وہیں رہو جب تک اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں کوئی فیصلہ کر دے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہلال بن امیہؓ کی بیوی حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہلال بن امیہؓ بہت بوڑھے اور ضعیف ہیں، ان کے پاس کوئی خادم بھی نہیں ہے، کیا میں ان کی خدمت کر دیا کروں، آپ ﷺ ناراض تو نہیں ہوں گے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ صرف وہ صحبت نہ کریں، انہوں نے عرض کی، خدا گواہ ہے، وہ تو کسی چیز کے لئے حرکت بھی نہیں کر سکتے، جب سے یہ عتاب ان پر ہوا ہے، وہ دن ہے اور آج کا دن، ان کے آنسو تھمنے کو نہیں آتے، میرے گھر کے بعض افراد نے کہا کہ جس طرح ہلال بن امیہؓ کی بیوی کو ان کی خدمت میں رہنے کی حضور ﷺ نے اجازت دے دی ہے، آپ بھی اسی طرح کی اجازت حضور ﷺ سے لے لیں، میں نے کہا کہ نہیں، خدا کی قسم! میں اس کے لئے آنحضور ﷺ سے اجازت نہیں لوں گا، میں جوان ہوں، معلوم نہیں، جب اجازت لینے جاؤں تو آنحضور ﷺ کیا فرمائیں؟ اس طرح دس دن اور گزر

گئے، اور جب سے آنحضور ﷺ نے ہم سے بات چیت کرنے کی ممانعت فرمائی تھی اس کے پچاس دن پورے ہوگئے، پچاسویں رات کی صبح کو جب میں فجر کی نماز پڑھ چکا اور اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا، اس طرح جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے، میرا دم گھٹا جا رہا تھا اور زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود میرے لئے تنگ ہوتی جا رہی تھی کہ میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی، سلع پہاڑ پر چڑھ کر کوئی بلند آواز سے کہہ رہا تھا، اے کعب بن مالکؓ! تمہیں بشارت ہو، حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ یہ سنتے ہی میں سجدہ میں گر پڑا اور مجھے یقین ہوگیا اب کشائش ہو جائے گی، فجر کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی بارگاہ میں ہماری توبہ کی قبولیت کا اعلان کر دیا تھا، لوگ میرے یہاں بشارت دینے کے لئے آنے لگے اور میرے دو ساتھیوں کو بھی جا کر خوشخبری دی، ایک صاحب (حضرت زبیر بن العوامؓ) اپنا گھوڑا دوڑائے آ رہے تھے اور آواز گھوڑے سے زیادہ تیز تھی، جن صحابی نے (سلع پہاڑ سے) آواز دی تھی جب وہ میرے پاس بشارت دینے آئے تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس بشارت کی خوشی میں انہیں دے دیئے، خدا گواہ ہے کہ اس وقت ان دو کپڑوں کے سوا اور میری ملکیت میں کوئی چیز نہیں تھی، پھر میں نے (ابوقتادہؓ سے) دو کپڑے مانگ کر پہنے اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، لوگ جوق در جوق مجھ سے ملاقات کرتے جاتے تھے اور مجھے توبہ کی قبولیت پر خوشخبری دیتے جاتے تھے، کہتے تھے کہ اللہ کی بارگاہ میں توبہ کی قبولیت مبارک ہو، حضرت کعب بیان کرتے ہیں کہ آخر میں مسجد میں داخل ہوا، حضور ﷺ تشریف رکھتے تھے، چاروں طرف صحابہؓ کا مجمع تھا، طلحہ بن عبید اللہؓ دوڑ کر میری طرف بڑھے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی، خدا گواہ ہے کہ وہاں موجود مہاجرین میں سے کوئی بھی ان کے سوا میرے آنے پر کھڑا نہیں ہوا، طلحہ کا یہ احسان میں کبھی نہ بھولوں گا، حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے آنحضور ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''چہرہ مبارک خوشی سے دمک اٹھا تھا، اس مبارک دن کیلئے تمہیں بشارت ہو جو تمہاری عمر کا سب سے مبارک دن ہے۔'' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یا

رسول اللہ ﷺ! یہ خوشخبری آپ ﷺ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے؟ فرمایا: نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے، آنحضرت ﷺ جب کسی بات پر خوش ہوتے تو چہرہ مبارک روشن ہو جاتا تھا، ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو، آپ ﷺ کی مسرت ہم چہرہ مبارک سے سمجھ جاتے تھے، پھر جب میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اپنی توبہ کی قبولیت کی خوشی میں میں اپنا مال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی راہ میں صدقہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا لیکن کچھ مال اپنے پاس بھی رکھ لو، یہ زیادہ بہتر ہے، میں نے عرض کیا کہ پھر میں خیبر کا حصہ اپنے پاس رکھ لوں گا، میں نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی، اب میں اپنی توبہ کی قبولیت کی خوشی میں یہ عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا سچ کے سوا اور کوئی بات زبان پر نہ لاؤں گا، پس خدا گواہ ہے، جب سے میں نے حضور ﷺ کے سامنے یہ عہد کیا، میں کسی ایسے مسلمان کو نہیں جانتا جسے اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی وجہ سے اتنا نوازا ہو جتنی نوازشات اس کی مجھ پر سچ بولنے کی وجہ سے ہیں، جب سے میں نے حضور ﷺ کے سامنے یہ عہد کیا پھر آج تک کبھی جھوٹ کا ارادہ بھی نہیں کیا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی مجھے اس سے محفوظ رکھے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ پر یہ آیت نازل کی تھی:

﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ
.... وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

''یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی، مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول کی۔'' اس ارشاد ''وکونوا مع الصادقین'' تک۔''

خدا جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام کے لئے ہدایت کے بعد، میری نظر میں حضور علیہ السلام کے سامنے اس سچ بولنے سے بڑھ کر اللہ کا مجھ پر اور کوئی انعام نہیں ہوا کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا، اور اس طرح اپنے آپ کو ہلاک نہیں کیا جیسا کہ جھوٹ بولنے والے ہلاک ہوئے، نزول وحی کے زمانہ میں جھوٹ بولنے والوں پر اللہ

تعالیٰ نے اتنی سخت وعید فرمائی کہ اتنی سخت کسی دوسرے کے لئے نہیں فرمائی ہوگی، فرمایا: ”سَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ.......... فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ“ حضرت کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم تین ان لوگوں سے جدا رہے جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے قسم کھالی تھی اور آپ ﷺ نے ان کی بات مان بھی لی تھی، ان سے بیعت بھی لی تھی اور ان کے لئے استغفار بھی فرمایا تھا، ہمارا معاملہ حضور اکرم ﷺ نے چھوڑ دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے خود اس کا فیصلہ فرمایا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ: وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا“ میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس غزوہ میں شریک نہ ہوسکنے کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ اس کا تذکرہ کیا کہ آنحضور ﷺ نے ہمارے معاملہ کو پیچھے ڈال دیا تھا، (اور فیصلہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا تھا) بخلاف ان لوگوں کے جنہوں نے قسم کھالی تھی اور اپنے عذر بیان کئے تھے اور آپ ﷺ نے ان کے عذر قبول کر لئے تھے۔“ [اخرجہ احمد (۴۵۵/۳) و مسلم (۲۷۶۹) و ابوداؤد (۲۲۰۲) وایضاً اخرجہ البخاری فی باب حدیث کعب بن مالک و قول اللہ تعالیٰ و عزوجل ”وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا“ (کتاب المغازی)]

فوائد حدیث

۱۔ اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ راست بازی سے کام لے اور اپنی کوتاہی کا بانگ دہل اعتراف کرے۔

۲۔ حربی غیر مسلموں کا مال طلب کرنا جائز ہے۔

۳۔ اشہر حرم میں جہاد کے لئے نکلنا جائز ہے اور جہاد کی سمت کا تعین اور اس کی صراحت کر دینا بھی جائز ہے جبکہ اس کو چھپانے میں کوئی مصلحت نہ ہو۔

۴۔ معلوم ہوا کہ جب امام وقت جہاد کا اعلان عام کرے تو سب پر نکلنا لازم ہو جاتا ہے اور شریک نہ ہونے والا قابل ملامت ہوتا ہے۔

۵۔ جو شخص معذور ہو کر ناتواں ہو یا اس کے پاس اتنا مال نہ ہو تو اس پر کوئی الزام نہیں اور امام کو چاہئے کہ ان کے گھر کے افراد اور دیگر ضعیف لوگوں کی دیکھ بھال کے لئے کسی کو مقرر کر جائے۔

۶۔ انسان کے ساتھ اس کے ظاہری حال کے مطابق معاملہ کرنا چاہئے اور اس کے باطنی احوال کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہئے۔

۷۔ منافقین کو قتل نہ کرنا معلوم ہوا۔

۸۔ معصیت کا بہت قبیح ہونا ظاہر ہوا۔

۹۔ جو شخص دین کے معاملہ میں مضبوط ہو اس کا مواخذہ اس شخص سے زیادہ ہوتا ہے جو اپنے دین کے معاملہ میں کمزور ہو۔

۱۰۔ معلوم ہوا کہ اگر کسی فتنہ کا خوف نہ ہو تو کسی کی تعریف اور مدح کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۱۱۔ اہل بدر اور اصحاب عقبہ کی فضیلت معلوم ہوئی۔

۱۲۔ کسی کام کی تاکید کے لئے قسم کھانا جائز ہے۔

۱۳۔ کسی کی غیبت ہو رہی ہو تو اس کا رد کرے۔

۱۴۔ اگر ایک عرصہ کے لئے اپنی بیوی کے ساتھ رہن سہن ترک کر دے تو جائز ہے (جبکہ کوئی مصلحت ہو)

۱۵۔ مسلمان سے اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کو اس پر نادم ہونا چاہئے۔

۱۶۔ نافرمان لوگوں سے ترک تعلق جائز ہے۔

۱۷۔ رحمت و مغفرت کی جگہوں کو تلاش کرنا مستحب ہے۔

۱۸۔ نیک کام کی فرصت ملے تو بلا تاخیر کرنا چاہئے کہ کہیں محروم نہ ہو جائے۔

۱۹۔ جو نیکی ہاتھ سے نکل گئی اس پر افسوس کرنا اور اس کے حاصل ہونے کی آرزو کرنا جائز ہے۔

۲۰۔ مومن وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو دوسروں پر ترجیح دیتا ہے۔

۲۱۔ جو شخص جہاد میں شریک نہ ہو سکا ہو امام وقت اس سے غفلت نہ برتے بلکہ اس کو نصیحت وفہمائش کرے کہ وہ توبہ کی طرف راغب ہو۔

۲۲۔ ایسے شخص کو غیرت دینی کے جذبہ سے طعن کرنا جائز ہے۔

۲۳۔ ایسے الزام وطعن کا جواب دینا بھی جائز ہے جبکہ وہ اس کو غلطی پر دیکھے۔

۲۴۔ سفر سے واپس آنے والے شخص کے لئے یہ امر مستحب ہے کہ وہ گھر آنے سے پہلے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے، پھر مجلس میں بیٹھے اور آنے والے کو ملنا اور سلام کرنا جائز ہے۔

۲۵۔ گنہگار آدمی کو سلام نہ کرنا اور تین دن سے زائد بھی ترک تعلق قائم رکھنا جائز ہے۔ (جب کہ کوئی شرعی مصلحت ہو)

۲۶۔ معلوم ہوا کہ مسکرانا کبھی ناراضگی کی وجہ سے بھی ہوتا ہے جیسا کہ کبھی تعجب کی بناء پر بھی ہوتا ہے، مسکرانا، خوشی اور مسرت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

۲۷۔ بڑے کا اپنے ساتھیوں پر عتاب کرنا درست ہے۔

۲۸۔ اگر کوئی شخص مصیبت میں گرفتار ہو تو اسے حوصلہ اور تسلی دینا جائز ہے کہ اس سے اس کی مصیبت کی شدت میں کمی ہوگی۔

۲۹۔ معلوم ہوا کہ پڑوسی اور دوست کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر بھی داخل ہونا جائز ہے جبکہ اس کی رضامندی معلوم ہو۔

۳۰۔ نماز میں کن اکھیوں سے دیکھنا نماز کی صحت پر کوئی اثر نہیں ڈالتا۔

۳۱۔ عورت کا اپنے شوہر کی خدمت کرنا معلوم ہوا نیز معلوم ہوا کہ بیوی کو چاہئے کہ ہر ایسے کام سے اجتناب اور احتیاط کرے جس کے کرنے سے شوہر کے ناراض ہونے کا خدشہ ہو۔

۳۲۔ سجدۂ شکر کی مشروعیت، بشارت کو سننے کے لئے سبقت کرنا اور بشارت دینے والے کو اس کی بشارت کی خبر دینے پر عمدہ سے عمدہ چیز دینے کا جواز معلوم ہوا۔

۳۳۔ اہم امور میں لوگوں کا اپنے حاکم کے پاس (مشورہ کے لئے) جمع ہونا اور ان

کی راحت اور سہولت والے کام پر حاکم کا خوش ہونا ثابت ہوا۔

۳۴۔ عاریت (کوئی چیز کسی سے مانگنا) کا جواز معلوم ہوا۔

۳۵۔ آنے والے آدمی کے استقبال میں کھڑا ہونا جائز ہے۔

۳۶۔ توبہ کی قبولیت پر صدقہ وخیرات کرنا مستحب ہے۔

۳۷۔ کل مال صدقہ کرنے کی منت مانی ہو تو اس پر لازم نہیں کہ سارا ہی مال دیدے۔

(۲۷) دین کی خاطر آزمائش اٹھانا

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ سے (مشرکین کی طرف سے پیش آنے والی تکالیف) کی شکایت کی اس وقت آپ ﷺ اپنی چادر مبارک کو تکیہ بنا کر خانہ کعبہ کے سایہ میں لیٹے ہوئے تھے، ہم نے عرض کیا آپ ﷺ ہمارے لئے مدد کیوں نہیں طلب فرماتے؟ آپ ﷺ ہمارے لئے دعا کیوں نہیں فرماتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان کا حال یہ تھا کہ ایک آدمی کو پکڑ کر لایا جاتا، زمین میں اس کے لئے گڑھا کھودا جاتا اور اس کو اس گڑھے میں ڈال دیا جاتا، پھر آرا لایا جاتا اور اس کے سر پر رکھ کر چلا دیا جاتا جس سے اس کے جسم کے دو ٹکڑے ہو جاتے اور لوہے کی کنگھیاں اس کے گوشت اور ہڈیوں تک پھیری جاتیں مگر اس کے باوجود وہ اپنے دین کو نہ چھوڑتا، خدا کی قسم! (دین اسلام کا) یہ کام ضرور پورا ہو کر رہے گا، یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضرموت تک اس طرح سفر کرے گا کہ خدا تعالیٰ کے سوا اس کو کسی کا خوف نہ ہوگا اور بھیڑیا، بکریوں کے ساتھ چلتا ہوگا، لیکن تم لوگ جلد بازی دکھاتے ہو۔''

[اخرجہ البخاری (۳۶۱۲) واحمد (۱۰۹/۵) والحمیدی (۱۵۷) و ابوداؤد (۲۶۴۹) والنسائی (۲۰۴/۸)]

فوائد حدیث

۱۔ دین کی خاطر آزمائش اٹھانا اور صبر کرنا بڑا افضیلت والا کام ہے۔

۲۔ اس حدیث سے آنحضور ﷺ کا ایک معجزہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اسلام کی نشر واشاعت اور ترقی کے متعلق جو پیشن گوئی کی تھی وہ پوری ہوئی اور عالم اسلام امن وسلامتی کا گہوارہ بن گیا۔

۳۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دل و جان سے مشرکین کی تکلیفوں کو برداشت کرنا معلوم ہوا۔

۴۔ جولوگ خدا کے دین کی خاطر طرح طرح کی آزمائشوں سے دوچار ہوں اور ان آزمائشوں کو برداشت بھی کر رہے ہوں ان کو حوصلہ دینا اور تسلی بھرے جملے کہنا جائز ہے۔

۵۔ معلوم ہوا کہ اسلام قیامت تک امن وسلامتی والا دین رہے گا۔

(۲۸) حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد محترم کا اسلام لانا

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مقام ذی طوی (مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ) میں ٹھہرے تو ابوقحافہ (والد محترم ابوبکر صدیقؓ) نے اپنی بیٹی سے جو ان کی اولاد میں سب سے چھوٹی تھی، یہ کہا کہ بیٹی! مجھے جبل ابی قبیس پر چڑھادو، حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ اس وقت ان کی بینائی جاتی رہی تھی، آپ کہتی ہیں کہ میں نے جبل ابی قبیس پر انہیں چڑھادیا تو کہنے لگے! بیٹی! یہاں تم کیا دیکھتی ہو؟ حضرت اسماءؓ نے کہا کہ میں کوئی لشکر دیکھتی ہوں جو یہاں (کسی مقصد کے لئے) جمع ہے، ابوقحافہ نے کہا کہ یہ گھوڑوں کا لشکر ہے، پھر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے اس لشکر کے اندر ایک شخص نظر آرہا ہے جو کبھی آگے آتا ہے اور کبھی پیچھے، ابوقحافہ نے کہا کہ بیٹی! وہ ایسا شخص ہے جو گھوڑوں کے لشکر کو آگے بڑھنے کا کہہ رہا ہے (یعنی اس لشکر کی صف بندی اور ترتیب لگا رہا ہے) پھر اسماءؓ نے کہا کہ خدا کی قسم! وہ لشکر تو منتشر ہوگیا ہے، ابوقحافہ نے کہا کہ کہیں یہ لشکر پہنچ نہ جائے مجھے جلدی سے گھر لے جاؤ، چنانچہ حضرت اسماءؓ ان کو لے کر پہاڑ سے اتریں لیکن گھر پہنچنے سے پہلے وہ لشکر

سامنے آگیا، اس وقت اس بچی کی گردن میں چاندی کا ایک ہار تھا، ایک آدمی آگے بڑھا اور اس نے اس کی گردن سے وہ ہار اتار لیا، حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور مسجد میں تشریف لائے تو ابوبکر صدیقؓ اپنے والد کو لے کر حاضر ہوئے کہ آنحضور ﷺ ان کی بیمار پرسی کرلیں، آنحضرت ﷺ نے ان کو دیکھا تو فرمایا ''ان بزرگ کو گھر میں ہی رہنے دیتے، میں وہیں ان کے پاس آجاتا؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! وہ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ وہ خود آپ ﷺ کے پاس چل کر آئیں بہ نسبت اس کے کہ آپ ﷺ ان کے پاس چل کر تشریف لائیں، آنحضور ﷺ نے ان کو اپنے سامنے بٹھایا اور ان کے سینہ پر دست اقدس پھیرا، پھر ان سے فرمایا کہ اسلام قبول کرلیجئے، چنانچہ وہ مسلمان ہوگئے، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، ان کو آنحضور ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو ان کا سر ثغام درخت کی طرح سفید تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے یہ بال کچھ بدل دو، پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اپنی بہن کا ہاتھ پکڑ کر ان سے فرمایا، میں آپ کو خدا اور اسلام کا واسطہ دے کر اپنی بہن کے ہار کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ کہاں ہے؟ ابوقحافہ خاموش رہے، کوئی جواب نہیں دیا، پھر بہن سے فرمایا، اے بہن تم اس ہار کے بدلہ اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کی امید رکھو، خدا کی قسم! آج کل لوگوں میں امانت کا پاس بہت کم رہ گیا ہے۔''

[اخرجہ احمد (۶/۳۴۹) و ابن حبان (۱۷۰۰) والحاکم (۳/۴۶)]

فوائد حدیث

۱۔ کسی بھی کام میں پڑنے سے پہلے خوب نظم ونسق اور اس کی مناسب تیاری کرلینی چاہئے جیسا کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے لئے فوج کے لشکر کو منظم و مرتب کرنے کی خاطر مقام ذی طوی میں ٹھہر گئے تھے۔

۲۔ نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے عمر رسیدہ، لوگوں کے تجربات سے فائدہ

اٹھانا چاہیے۔

۳۔ معلوم ہوا کہ معذور کا تندرست آدمی سے مدد لینا جائز ہے۔

۴۔ نظم ونسق قائم رکھنا اور اپنے امیر کی کامل اطاعت کرنا جہاد میں نصرت و فتح کی علامت ہے۔

۵۔ خاندان میں ضرور کوئی فرد ایسا ہوتا ہے جو معاصی میں مبتلا ہوتا ہے۔

۶۔ آنحضرت ﷺ کا بڑوں کا خیال رکھنا معلوم ہوا خواہ وہ مسلمان نہ بھی ہوں۔

۷۔ والدین کے حق میں دعا کرنا اور ان سے اچھا سلوک کرنا بھی ایک نیکی ہے۔

۸۔ رسول کریم ﷺ کی توقیر و تعظیم ایمان کی علامت ہے۔

۹۔ سفید بالوں کو (مہندی وغیرہ سے) رنگنا اچھا عمل ہے اور جمال پسندی اسلام کے آداب میں سے ہے۔

۱۰۔ مومن ہر وقت معرض ابتلاء میں ہوتا ہے۔

۱۱۔ مومن کو چاہیے کہ نزول مصیبت کے وقت اجر کی امید رکھے اور تکلیف پر صبر کرے۔

۱۲۔ امانت داری بلند اخلاق میں سے ہے اور لوٹ مار رذیل حرکت ہے۔

(۲۹) واقعۂ افک اور حضرت عائشہؓ کی براءت

حضرت عروہ بن زبیرؓ، حضرت سعید بن المسیبؒ، حضرت علقمہ بن وقاصؒ، اور حضرت عبید اللہ بن عبد اللہؒ نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان کیا یعنی جس میں تہمت لگانے والوں نے آپ کے متعلق افواہ اڑائی تھی اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بری قرار دیا تھا، ان تمام حضرات نے پوری حدیث کا ایک ایک ٹکڑا بیان کیا اور ان راویوں میں سے بعض کا بیان دوسرے کے بیان کی تصدیق کرتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ ان میں سے بعض راوی کو بعض دوسرے کے مقابلے میں حدیث زیادہ بہتر طریقہ پر محفوظ تھی، حضرت عروہؓ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

کے حوالہ سے یہ حدیث اس طرح بیان کی کہ جب حضور اقدس ﷺ سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج میں سے کسی کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی کرتے جن کا نام نکل آتا انہیں اپنے ساتھ لے جاتے، آپ بیان کرتی ہیں کہ ایک غزوہ کے موقع پر آپ ﷺ نے اسی طرح قرعہ ڈالا اور میرا نام نکلا، میں آپ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئی، یہ واقعہ پردہ کے حکم کے نازل ہونے کے بعد کا ہے، مجھے اونٹ پر ہودج سمیت چڑھا دیا جاتا اور اسی طرح اتار لیا جاتا، یوں ہمارا سفر جاری رہا، پھر جب رسول اللہ ﷺ اس غزوہ سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو ایک رات جب کوچ کا حکم ہوا میں (قضائے حاجت کے لئے) پڑاؤ سے کچھ دور رہ گئی، اور قضائے حاجت کے بعد اپنے کجاوہ کے پاس واپس آ گئی، اس وقت مجھے احساس ہوا کہ میرا ظفار کے موتیوں کا بنا ہوا ہار کہیں گر گیا ہے، میں اسے تلاش کرنے لگی اور اس میں اتنی محو ہو گئی کہ کوچ کا خیال ہی نہ رہا، اتنے میں جو لوگ میرے ہودج کو اٹھایا کرتے تھے آئے اور میرے ہودج کو اٹھا کر اس اونٹ پر رکھ دیا، جو میری سواری کے لئے متعین تھا، انہوں نے یہی سمجھا کہ میں اس میں بیٹھی ہوئی ہوں، ان دنوں عورتیں بہت ہلکی پھلکی ہوتی تھیں، گوشت سے ان کا جسم بھاری نہیں ہوتا تھا، کیونکہ کھانے پینے کو بہت کم ملتا تھا، یہی وجہ تھی کہ جب لوگوں نے ہودج کو اٹھایا تو اس کے ہلکے پن میں انہیں کوئی اجنبیت محسوس نہیں ہوئی، میں یوں بھی اس وقت کم عمر لڑکی تھی، چنانچہ ان لوگوں نے اس اونٹ کو اٹھایا اور چل پڑے، مجھے ہار اس وقت ملا جب لشکر روانہ ہو چکا تھا میں جب پڑاؤ پہنچی تو وہاں نہ کوئی پکارنے والا تھا اور نہ کوئی جواب دینے والا، میں وہاں جا کے بیٹھ گئی جہاں پہلے بیٹھی ہوئی تھی، مجھے یقین تھا کہ جلدی ہی انہیں میری عدم موجودگی کا علم ہو جائے گا اور پھر وہ مجھے تلاش کرنے کے لئے یہاں آئیں گے، میں اپنی اسی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھی کہ میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گئی، صفوان معطل سلمی لشکر کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے، رات کا آخری حصہ تھا، جب میری جگہ پر پہنچے تو صبح ہو چکی تھی، انہوں نے (دور سے) ایک انسانی سایہ دیکھا کہ پڑا ہوا ہے، وہ میرے قریب آئے اور مجھے دیکھتے

ہی پہچان گئے، پردے کے حکم سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا، جب وہ مجھے پہچان گئے تو انا للہ پڑھنے لگے میں ان کی آواز پر جاگ اٹھی اور اپنا چہرہ چادر سے چھپا لیا، خدا گواہ ہے کہ اس کے بعد انہوں نے مجھ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا اور نہ میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوا ان کی زبان سے کوئی کلمہ سنا، اس کے بعد انہوں نے اپنا اونٹ بٹھایا اور میں اس پر سوار ہوگئی، وہ خود پیدل اونٹ کو آگے سے کھینچتے ہوئے لے چلے، ہم لشکر سے اس وقت ملے جب وہ بھری دوپہر میں پڑاؤ کئے ہوئے تھے، اس کے بعد جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوا، اس تہمت میں پیش پیش عبداللہ بن ابی سلول منافق تھا، مدینہ پہنچ کر میں بیمار پڑ گئی اور ایک مہینہ تک بیمار رہی، اس عرصہ میں لوگوں میں تہمت لگانے والوں کی باتوں کا بڑا چرچا رہا، لیکن مجھے ان باتوں کا کوئی احساس بھی نہیں تھا، صرف ایک معاملہ سے مجھے شبہ سا ہوتا تھا کہ میں اپنی اس بیماری میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس لطف و محبت کا اظہار نہیں دیکھتی تھی جو سابقہ بیماری کے دنوں میں دیکھ چکی تھی، حضور اقدس ﷺ اندر تشریف لاتے اور سلام کرکے صرف اتنا پوچھ لیتے کہ کیا حال ہے؟ ایک دن جب کمزوری باقی تھی تو میں باہر نکلی، میرے ساتھ ام مسطح بھی تھیں، ہم "مناصع" کی طرف گئے قضائے حاجت کے لئے ہم وہیں جایا کرتے تھے اور قضائے حاجت کے لئے صرف رات کو ہی جایا کرتے تھے، یہ اس سے پہلے کی بات ہے جب ہمارے گھروں کے قریب ہی بیت الخلاء بن گئے تھے، اس وقت تک ہم عرب کے دستور کے مطابق قضائے حاجت آبادی سے دور جا کر کیا کرتے تھے، اس سے ہمیں تکلیف ہوتی تھی کہ بیت الخلاء ہمارے گھر کے قریب بنا دیئے جائیں، بہر حال میں اور ام مسطح قضائے حاجت کے لئے روانہ ہوئے، آپ ابی رہم بن عبدمناف کی بیٹی تھیں، اور آپ کی والدہ صخر بن عامر کی بیٹی تھیں، اس طرح آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ ہوتی تھیں، آپ کے بیٹے مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ ہیں، قضائے حاجت کے بعد جب ہم لوگ گھر واپس آنے لگے تو ام مسطح کا پاؤں ان ہی کی چادر میں الجھ کر پھسل گیا اس پر ان کی زبان سے نکلا مسطح برباد ہوا، میں نے کہا، آپ نے بری بات کہی، آپ

ایک ایسے شخص کو برا کہتی ہیں جو غزوہ بدر میں شریک رہا ہے، انہوں نے کہا، واہ اس کی بات آپ نے نہیں سنی؟ میں نے پوچھا کہ انہوں نے کیا کہا ہے؟ تو انہوں نے مجھے تہمت لگانے والوں کی باتیں بتائیں، میں پہلے سے بیمار تھی ہی، ان باتوں کو سن کر میرا مرض اور بڑھ گیا، آپؓ کہتی ہیں کہ پھر جب میں گھر پہنچی اور رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے سلام کیا اور دریافت کیا کہ کیسی طبیعت ہے؟ میں نے عرض کیا کہ کیا آنحضور ﷺ مجھے اپنے والدین کے گھر جانے کی اجازت دیں گے؟ آپؓ کہتی ہیں کہ میرا مقصد والدین کے پاس جانے سے یہ تھا کہ اس خبر کی حقیقت ان سے پوری طرح معلوم ہو جائے گی، آپؓ کہتی ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے اجازت دے دی اور میں اپنے والدین کے گھر آگئی، میں نے والدہ سے پوچھا کہ یہ لوگ کس طرح کی باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ بیٹی صبر کرو، کم ہی کوئی ایسی حسین وجمیل عورت کسی ایسے مرد کے نکاح میں ہوگی جو اس سے محبت رکھتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں اور پھر بھی وہ اس طرح اسے نیچا دکھانے کی کوشش نہ کریں، آپؓ کہتی ہیں کہ اس پر میں نے کہا سبحان اللہ! اس طرح کی باتیں تو دوسرے لوگ کر رہے ہیں، آپؓ بیان کرتی ہیں کہ اس کے بعد میں رونے لگی، اور رات بھر روتی رہی، صبح ہوگئی لیکن میرے آنسو نہیں تھمتے تھے اور نہ نیند کا آنکھ میں نام ونشان تھا، صبح ہوگئی اور میں روئے جا رہی تھی، اسی عرصہ میں آنحضور ﷺ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بلایا، کیونکہ اس معاملہ میں آپ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی، آپ ﷺ نے انہیں اپنی بیوی کو جدا کرنے کے سلسلہ میں مشورہ کرنے کے لئے بلایا تھا، آپؓ کہتی ہیں کہ حضرت اسامہؓ نے تو حضور ﷺ کو اسی کے مطابق مشورہ دیا جس کا انہیں علم تھا کہ آپؓ کی اہلیہ اس تہمت سے بری ہیں، اس کے علاوہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آنحضور ﷺ کو ان سے کتنا تعلق خاطر ہے، آپ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی اہلیہ کے بارے میں خیر و بھلائی کے سوا اور ہمیں کسی چیز کا علم نہیں، البتہ حضرت علیؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں کی ہے، عورتیں اور بھی بہت ہیں،

ان کی باندی (حضرت بریرہؓ) سے بھی آپ ﷺ اس معاملہ میں دریافت فرمالیں، حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ پھر آنحضرت ﷺ نے بریرہؓ کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ اے بریرہؓ! کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس سے شبہ گزرا ہو؟ انہوں نے عرض کیا، نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے ان میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جو چھپانے کے قابل ہو، ایک بات ضرور ہے کہ وہ کم عمر لڑکی ہیں، آٹا گوندھتے میں بھی سو جاتی ہیں اور اتنے میں کوئی بکری یا پرندہ وغیرہ وہاں پہنچ جاتا ہے اور ان کا گوندھا ہوا آٹا کھا جاتا ہے، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور اس دن آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی سلول کی شکایت کی، آنحضور ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا "اے معشر مسلمین! ایک ایسے شخص کے بارے میں میری کون مدد کرے گا جس کی اذیت رسانی اب میرے گھر تک پہنچ گئی ہے، خدا گواہ ہے کہ میں اپنی اہلیہ میں خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانتا، اور یہ لوگ جس آدمی کا نام لے رہے ہیں ان کے بارے میں بھی خیر کے سوا میں کچھ نہیں جانتا، وہ جب بھی میرے گھر میں گئے ہیں تو میرے ساتھ ہی گئے ہیں۔" اس پر حضرت سعد بن معاذ انصاریؓ اٹھے اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کی مدد کروں گا، اور اگر وہ شخص قبیلہ اوس سے تعلق رکھتا ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا اور اگر وہ ہمارے بھائیوں یعنی قبیلۂ خزرج کا کوئی آدمی ہے تو آپ ہمیں حکم دیں، تعمیل میں کوتاہی نہیں ہوگی، آپؓ کہتی ہیں کہ اس کے بعد سعد بن عبادہؓ کھڑے ہو گئے، آپ قبیلہ خزرج کے سردار تھے، اس سے پہلے آپ نیک آدمی تھے، لیکن آج آپ پر قومی غیرت غالب آ گئی تھی، آپ نے اٹھ کر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ کہا ہے تم اسے قتل نہیں کر سکتے، تم میں اس کے قتل کی طاقت نہیں ہے، پھر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، آپ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی تھے، آپ نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ خدا کی قسم! تم جھوٹے ہو، ہم اسے ضرور قتل کریں گے، تم منافق ہو کہ منافقوں کی طرف داری میں لڑتے ہو، اتنے میں دونوں قبیلے اوس وخزرج اٹھ کھڑے ہوئے اور نوبت قتل وقتال

تک پہنچ گئی، رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے تھے، آپ ﷺ لوگوں کو خاموش کرنے لگے، آخر سب لوگ خاموش ہو گئے، اور آنحضور ﷺ بھی خاموش ہو گئے، آپؓ کہتی ہیں کہ اس دن بھی میں برابر روتی رہی، نہ آنسو تھمتے تھے اور نہ نیند آتی تھی، بیان کرتی ہیں کہ جب (اگلے دن) صبح ہوئی تو میرے والدین میرے پاس ہی موجود تھے۔ دو راتیں اور ایک دن مجھے مسلسل روتے ہوئے گزر گیا تھا، اس عرصہ میں نہ مجھے نیند آئی اور نہ آنسو تھمتے تھے، والدین سوچنے لگے کہ روتے روتے میرا دل نہ پھٹ جائے، بیان کیا کہ ابھی وہ اسی طرح میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں روئے جا رہی تھی کہ قبیلہ انصار کی ایک خاتون نے اندر آنے کی اجازت چاہی، میں نے انہیں اندر آنے کی اجازت دے دی، وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگیں، ہم اسی حال میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لائے اور بیٹھ گئے، آپؓ بیان کرتی ہیں کہ جب سے مجھ پر تہمت لگائی گئی تھی اس وقت سے اب تک آنحضرت ﷺ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے ایک مہینہ تک اس معاملہ میں انتظار کیا اور آپ ﷺ پر اس سلسلہ میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی، آپؓ کہتی ہیں کہ بیٹھنے کے بعد آنحضور ﷺ نے تشہد پڑھا اور فرمایا "اما بعد! اے عائشہ! تمہارے بارے میں مجھے اس طرح کی اطلاعات پہنچی ہیں، پس اگر تم بری ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری برأت خود کرے گا، لیکن اگر تم سے غلطی سے کوئی گناہ ہو گیا ہے تو اللہ سے مغفرت مانگو اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرو، کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اقرار کر لیتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول کر لیتے ہیں، آپؓ کہتی ہیں کہ جب آنحضور ﷺ اپنی گفتگو ختم کر چکے تو میرے آنسو اس طرح خشک ہو گئے جیسے ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا ہو، میں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو جواب دیجئے، انہوں نے فرمایا: خدا گواہ ہے، میں نہیں سمجھتا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں کیا کہنا ہے، پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آنحضور ﷺ کی باتوں کا میری طرف سے جواب دیجئے، انہوں نے بھی یہی کہا کہ خدا گواہ ہے مجھے نہیں معلوم کہ میں آپ ﷺ سے کیا عرض کروں؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر میں خود ہی بولی، میں اس وقت نوعمر لڑکی تھی، میں نے بہت زیادہ قرآن بھی پڑھا تھا (میں نے کہا کہ) خدا گواہ ہے، میں تو یہ جانتی ہوں کہ ان افواہوں کے متعلق جو کچھ آپ لوگوں نے سنا ہے وہ آپ لوگوں کے دل میں جم گیا ہے اور آپ لوگ اسے صحیح سمجھنے لگے ہیں، اب اگر میں یہ کہتی ہوں کہ میں ان تہمتوں سے بری ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی خوب جانتا ہے کہ میں واقعی بری ہوں تو آپ لوگ میری بات کا یقین نہیں کریں گے، لیکن اگر میں تہمت کا اعتراف کروں حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ میں اس سے قطعاً بری ہوں تو آپ لوگ میری تصدیق کرنے لگیں گے، اللہ گواہ ہے کہ میرے پاس آپ لوگوں کیلئے کوئی مثال نہیں ہے سوائے یوسف علیہ السلام کے والد (حضرت یعقوب علیہ السلام) کے اس ارشاد کے کہ آپ نے فرمایا تھا: ''پس صبر ہی اچھا ہے اور تم جو کچھ بیان کرتے ہو اس پر اللہ ہی مدد کرے''۔ آپؓ بیان کرتی ہیں کہ پھر میں نے اپنا رخ دوسری طرف کرلیا اور اپنے بستر پر لیٹ گئی، آپؓ کہتی ہیں کہ مجھے یقین تھا کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ میری برأت ضرور کرے گا، لیکن خدا گواہ ہے، مجھے اس کا وہم وگمان بھی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسی وحی نازل فرمائے گا جس کی تلاوت کی جائے گی، میں اپنی حیثیت اس سے بہت کم تر سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں وحی متلو نازل فرمائیں۔ ہاں البتہ مجھے اس کی توقع ضرور تھی کہ حضور اکرم ﷺ میرے متعلق کوئی خواب دیکھیں اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ میری برأت کردیں، بیان کرتی ہیں کہ خدا گواہ ہے، رسول اللہ ﷺ ابھی اپنی اسی مجلس میں تشریف فرما تھے، گھر والوں میں سے کوئی بھی باہر نہ نکلا تھا کہ آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوا اور وہی کیفیت آپ ﷺ پر طاری ہوئی جو وحی کے نزول کے وقت طاری ہوتی تھی، یعنی آپ ﷺ پسینے پسینے ہوگئے، اور سینہ موتیوں کی طرح جسم اطہر سے ڈھلنے لگا، حالانکہ سردی کے دن تھے، یہ کیفیت آپ ﷺ پر اس وحی کی شدت کی وجہ سے ہوتی تھی جو آپ ﷺ پر نازل ہوتی تھی، بیان کرتی ہیں کہ پھر جب آنحضور ﷺ کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ تبسم فرما رہے تھے اور سب سے پہلا کلمہ جو آپ ﷺ

کی زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا کہ ''عائشہ! اللہ نے تمہیں بری قرار دیا ہے،'' میری والدہ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے کھڑی ہو جاؤ، آپؓ کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ خدا گواہ ہے، میں آپ ﷺ کے سامنے ہرگز کھڑی نہیں ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی حمد نہیں کروں گی، اللہ تعالیٰ نے جو آیت نازل کی تھی وہ یہ تھی: ''اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ'' مکمل دس آیات تک، جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات میری برأت میں نازل کردیں تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو مسطح بن اثاثہ کے اخراجات ان سے قرابت اور ان کی محتاجی کی وجہ سے خود برداشت کرتے تھے آپ نے ان کے متعلق فرمایا کہ خدا کی قسم! اب میں مسطح پر ایک دھیلا بھی خرچ نہیں کروں گا، اس نے حضرت عائشہؓ پر کیسی کیسی تہمتیں لگا دی ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی،

﴿وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''یعنی جو لوگ تم میں بزرگی اور وسعت والے ہیں وہ قرابت والوں کو اور مسکینوں کو اور اللہ کے راستہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں چاہئے کہ معاف کرتے رہیں اور درگزر کرتے رہیں، کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کرتا رہے، بیشک اللہ بڑی مغفرت والا، بڑا رحمت والا ہے۔''

ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میری تو یہی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمادیں، چنانچہ مسطح رضی اللہ عنہ کو آپ پھر وہ تمام اخراجات دینے لگے جو پہلے دیا کرتے تھے اور فرمایا کہ خدا کی قسم! اب کبھی ان کا خرچ بند نہیں کروں گا۔''

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے بھی میرے معاملہ میں پوچھا، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ زینب! تم نے بھی کوئی چیز کبھی دیکھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میری آنکھ اور میرے کان محفوظ رہے، میں نے ان کے اندر خیر کے سوا اور کوئی چیز نہیں دیکھی، بیان کرتی ہیں کہ ازواج مطہرات میں وہی ایک تھیں جو مجھ سے بلند رہنا چاہتی تھیں لیکن خدا تعالیٰ نے ان کے تقویٰ وطہارت کی وجہ سے انہیں محفوظ رکھا اور انہوں نے کوئی خلاف واقعہ بات نہیں کہی، لیکن ان کی بہن حمنہ ان کیلئے بلاوجہ لڑیں اور تہمت لگانے والوں کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہوئیں۔

آیات برأت نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ لوگوں کی طرف نکلے اور ان سے خطاب فرمایا اور برأت کے متعلق قرآن مجید کی نازل شدہ آیات کی تلاوت فرمائی، پھر ان لوگوں پر حدِ قذف جاری کرنے کا حکم دیا جو اس تہمت میں شریک ہوئے تھے، ان میں حضرت مسطح بن اثاثہؓ، حضرت حسان بن ثابتؓ اور حمنہ بنت جحشؓ شامل تھے۔

[اخرجه البخاری (۴۱۴۱) و مسلم (۲۷۷۰)]

فوائد حدیث

۱۔ اس حدیث پاک سے قرعہ اندازی کا جواز معلوم ہوا۔

۲۔ کسی شخص کی تعریف اور فضیلت بیان کرنا جائز ہے جب کہ اس سے اس کے متعلق کسی نقص وعیب کا ازالہ مقصود ہو اور وہ شخص اس نقص و برائی سے بری ہو۔

۳۔ کلام میں تمہیدی کلمات کا استعمال جائز ہے۔

۴۔ معلوم ہوا کہ ہودج عورت کے حجاب کے لئے گھر کے قائم مقام ہے۔

۵۔ عورت کا ہودج پر سوار ہونے کا جواز معلوم ہوا۔

۶۔ اگر نامحرم ماورائے حجاب کسی اجنبی عورت کا کوئی کام کردے تو کوئی حرج نہیں

ہے۔

۷۔ جسم سے جدا کسی چیز سے عورت کا اپنے آپ کو چھپانا جائز ہے۔

۸۔ عورت کا عرفِ عام کے مطابق عام اجازت کی بناء پر شوہر وغیرہ سے اجازت لئے بغیر قضائے حاجت کے لئے جانے کا جواز معلوم ہوا۔

۹۔ معلوم ہوا کہ عورت سفر میں بھی ہار اور دوسرے زیورات پہن سکتی ہے، خصوصاً حفاظت مال کے لئے، کیونکہ شریعت میں اضاعت مال سے ممانعت آئی ہے۔

۱۰۔ دولت کی حرص کا مذموم ہونا معلوم ہوا۔ اس لئے کہ اگر حضرت عائشہؓ ہار کی تلاش میں دیر نہ کرتیں تو جلد واپس آ کر لشکر میں شامل ہو جاتیں۔

۱۱۔ امیر کی اجازت پر لشکر اسلامی کو سفر سے رک جانا چاہئے۔

۱۲۔ لشکر میں کوئی پیچھے بھی رہنا چاہئے جو کمزوروں کو سوار کرلے اور گری ہوئی چیز کو اٹھا کر محفوظ کرلے۔

۱۳۔ مصیبت پیش آنے پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا چاہئے۔

۱۴۔ اجنبی کی نگاہ پڑنے پر عورت کو اپنا چہرہ فوراً ڈھانپ لینا چاہئے۔

۱۵۔ مصیبت زدہ شخص کی مدد کرنی چاہئے اور ذی شان لوگوں کا اکرام واحترام کرنا چاہئے، ان کو سوار کرنے میں فوقیت دے اور اس خاطر مشقت برداشت کرے۔

۱۶۔ نامحرم لوگوں بالخصوص خلوت میں عورتوں کے ساتھ حسن ادب سے پیش آنا چاہئے۔

۱۷۔ بیوی کے ساتھ ہمدردانہ رویہ ہونا چاہئے، اور حسن معاشرت کے ساتھ رہنا چاہئے اور اس میں کوتاہی برتنا بہت سے مسائل کا پیش خیمہ ہوسکتا ہے۔

۱۸۔ عورت جب کسی کام سے نکلے تو اس کے ساتھ کوئی بااعتماد قسم کا مونس یا خادم ہونا چاہئے۔

۱۹۔ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا دفاع کرنا چاہئے۔ بالخصوص اہل علم وفضل

کا۔

۲۰۔ اہل بدر کی شان معلوم ہوئی۔

۲۱۔ کسی مصلحت کی خاطر کسی کے لئے بد دعائیہ کلمات کہنے کا جواز معلوم ہوا۔

۲۲۔ بری بات جب پھیل جائے تو اس کی تفتیش اور اس کے صحیح یا غلط ہونے کی تحقیق کرنی چاہیے۔

۲۳۔ جب سامع ایسی بات سنے جس کے متعلق اس کو جھوٹ ہونے کا خیال ہو تو اس کو سبحان اللہ کہنا چاہیے۔

۲۴۔ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں جا سکتی حتیٰ کہ والدین کے گھر بھی نہیں جا سکتی۔

۲۵۔ انسان کو چاہیے کہ اہم امور میں اپنے ہمراز دوستوں سے مشورہ کرے۔

۲۶۔ کسی کی تعریف اور تزکیہ میں یہ الفاظ کہنا چاہیے کہ مجھے ان کے متعلق خیر و بھلائی کے سوا کچھ معلوم نہیں ہے۔

۲۷۔ گواہی کے معاملہ میں ثابت قدمی دکھانا چاہیے۔

۲۸۔ کسی کام میں تعصب اختیار کرنا آدمی کو غیر صالح کر دیتا ہے۔

۲۹۔ جھگڑے کو مٹانے اور فتنہ کی آگ کو بجھانے کی ان تھک کوشش کرنی چاہیے۔

۳۰۔ جو شخص رسول اللہ ﷺ کا نافرمان ہو اس سے دوری اختیار کرنی چاہیے خواہ وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو۔

۳۱۔ جو شخص نبی کریم ﷺ کو قولاً یا فعلاً اذیت پہنچائے وہ واجب القتل ہے۔

۳۲۔ گفتگو کا آغاز، تشہد اور حمد و ثناء اور اما بعد سے کرنا چاہیے۔

۳۳۔ توبہ کی مشروعیت معلوم ہوئی کہ سچے دل سے گناہوں کا اعتراف کرنے والا مقبول التوبہ ہوتا ہے۔

۳۴۔ گفتگو میں بڑے کو مقدم رکھنا چاہیے۔

۳۵۔ اگر کسی شخص کو کوئی نعمت حاصل ہو یا کوئی عذاب دور ہو تو اس کو بشارت دینی

چاہیے۔

۳۶۔ تعجب کے مقام پر سبحان اللہ کہنا چاہیے۔

۳۷۔ غیبت کرنے یا سننے کی مذمت معلوم ہوئی۔ نیز یہ کہ غیبت کرنے والے شخص کو زجر و تنبیہ کرنی چاہیے۔

۳۸۔ اگر حد (سزا) کے نفاذ سے فتنہ فساد کے واقع ہونے کا خدشہ ہو تو اسے مؤخر کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۹۔ عورتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ عدل اور انصاف والا معاملہ کرنا چاہیے۔

(۳۰) رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی ''عضباء'' کا واقعہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عضباء اونٹنی بنو عقیل کے ایک شخص کی ملکیت میں تھی، وہ اونٹنی ایسی تھی کہ دوڑ کے مقابلہ میں اس سے آگے کوئی جانور نہیں نکل سکتا تھا، وہ شخص اپنی عضباء اونٹنی سمیت گرفتار ہوا، رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ پابند سلاسل ہے، آنحضور ﷺ اس وقت اپنے دراز گوش پر سوار تھے جس کے جسم پر چادر ڈالی ہوئی تھی، اس آدمی نے کہا کہ اے محمد ﷺ! مجھے اور میری سابقہ الحاج (عضباء اونٹنی) کو آپ ﷺ نے کس بنا پر پکڑا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم نے تجھے تمہارے حلیف بنو ثقیف کے جرم کی پاداش میں پکڑا ہے'' (راوی کا) بیان ہے کہ بنو ثقیف نے آنحضور ﷺ کے دو صحابی گرفتار کر لئے تھے، پھر اس نے کہا کہ میں مسلمان ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو گرفتار ہونے سے پہلے کلمہ اسلام پڑھ لیتا جبکہ تو اپنے معاملہ کا مالک تھا تو پوری فلاح و کامیابی حاصل کر لیتا'' یہ فرما کر آنحضور ﷺ چل دیئے، پھر اس آدمی نے کہا کہ میں بھوکا ہوں، مجھے کھانا کھلاؤ، میں پیاسا ہوں، مجھے پانی پلاؤ، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ تیری حاجت ہے'' پھر اسے ان صحابہ کے عوض چھوڑ دیا گیا، اور رسول اللہ ﷺ نے عضباء اونٹنی اپنے پاس روک لی، (راوی کا) بیان ہے کہ پھر مشرکین نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا

اور اس عضباء اونٹنی کو بھی لے گئے اور مسلمانوں کی ایک عورت کو بھی گرفتار کر کے لے گئے، مشرکین جب قیام کرتے تو اپنے اونٹوں کو گھر کے صحن میں باندھ دیتے تھے (راوی) کہتے ہیں کہ ایک رات وہ مسلمان عورت اٹھی جبکہ وہ سب سو چکے تھے اور ان اونٹوں کے پاس آئی جس اونٹ کے پاس بھی آتی وہ آواز نکالتا، لیکن جب عضباء اونٹنی کے پاس آئی تو وہ بڑی تابع اور چلنے کو تیار کھڑی تھی، چنانچہ وہ اس پر سوار ہو کر عازم مدینہ ہوئی (راوی) کہتے ہیں کہ اس عورت نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ نے اسے نجات دی تو وہ اس اونٹنی کو ذبح کرے گی، آنحضرت ﷺ کو ان کی نذر (منت) کا علم ہوا یا انہوں نے خود آنحضور ﷺ کو اپنی نذر کا بتایا تو آپ ﷺ نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''خدا تعالیٰ کی نافرمانی یا غیر مملوکہ چیز کی نذر ماننے کی صورت میں اس نذر کا پورا کرنا صحیح نہیں ہے''

[اخرجه احمد (۴۳۰/۴۰) و مسلم (۱۶۴۱) و ابو داؤد (۳۳۱۶)]

فوائد حدیث

۱۔ معلوم ہوا کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک روا رکھنا چاہئے۔

۲۔ آنحضور ﷺ کا لوگوں کے ساتھ نرم رویہ اور تواضع اپنانا معلوم ہوا۔

۳۔ معاملات کا مدار ظاہر پر ہے، باطن کے حال سے خدا تعالیٰ واقف ہیں۔

۴۔ معلوم ہوا کہ کسی شخص کو اس کے حلیف وغیرہ کے جرم پر قید کرنا جائز ہے۔

۵۔ گرفتار ہونے کے بعد اسلام قبول کرنا غلام بنانے کے منافی نہیں ہے۔

۶۔ اس مسلمان عورت کی بہادری اور حسن تدبیر کا پتہ چلا۔

۷۔ پتہ چلا کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی صورت میں نذر کا پورا کرنا لازم نہیں ہے۔

۸۔ اسی طرح جس چیز کا انسان مالک نہ ہو اس کے متعلق نذر ماننا بھی غیر معتبر ہے۔

۹۔ مومن کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ نیکی کا بدلہ برائی سے دے، خواہ وہ جانور ہی کیوں نہ ہو۔

(۳۱) ﴿آسیا، ملکہ مصر﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''فرعون نے اپنی بیوی کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں چار کیل ٹھونک دیئے، پھر جب کیل ٹھونک کر لوگ چلے گئے تو فرشتوں نے ان کی بیوی پر سایہ کیا اور بیوی نے یہ دعا کی:

﴿رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [التحریم: ۱۱]

''یعنی اے میرے رب! میرے لئے جنت میں ایک گھر اپنے پاس بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات عطا فرما اور ظالم لوگوں سے (بھی) مجھے نجات دے''

چنانچہ ان کو جنت میں اپنا گھر دکھا دیا گیا۔ [اخرجه ابویعلی (۱/۵۲۱) والسیوطی فی الدر المنثور (۲۴۵/۶) والمطالب العالية (۳۹۰/۳) صحیح موقوف]

فوائد حدیث

۱۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن کو اپنی زندگی میں جو ابتلاء و آزمائش پیش آتی ہے مومن کا سچا ایمان اس کا مقابلہ کرنے میں اپنا اثر دکھایا کرتا ہے۔

۲۔ اہل ایمان کے خلاف کفار ہمیشہ سے کینہ و بغض رکھتے چلے آئے ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی خاص حفاظت فرمایا کرتے ہیں۔

۴۔ اللہ کے بعض بندے دنیا کی نعمتوں کے مقابلہ میں آخرت کی نعمتوں کو ترجیح دیا کرتے ہیں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کی بردباری کا عظیم ہونا معلوم ہوا۔

۶۔ اولیاء کرام کی کرامات کا اثبات ہوا۔

(۳۲) ﴿اللہ کی راہ میں دیا ہوا ضائع نہیں ہوتا﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ایک آدمی نے (دل میں کہا کہ میں (آج) ضرور مالی صدقہ کروں گا چنانچہ اس نے صدقہ دیا تو کسی چور کے ہاتھ میں صدقہ کا مال تھما دیا، صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے کہ ایک چور کو صدقہ دے دیا گیا، پھر اس آدمی نے کہا ''اے اللہ! تمام تعریفوں کا تو ہی مستحق ہے، میں ضرور صدقہ دوں گا، چنانچہ اس نے پھر اپنے مال سے صدقہ کیا اور کسی زانیہ عورت کے ہاتھ میں تھما دیا، صبح کو پھر لوگ باتیں کرنے لگے کہ آج رات ایک زانیہ عورت کو صدقہ دے دیا گیا، اس شخص نے پھر کہا: اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں، ایک زانیہ عورت کو صدقہ کرنے پر، میں ضرور صدقہ کروں گا، چنانچہ اس نے پھر صدقہ دیا اور کسی مالدار کے ہاتھ میں وہ مال رکھ دیا، صبح ہوئی تو لوگ آپس میں کہنے لگے کہ ایک مالدار شخص کو صدقہ دے دیا گیا، اس آدمی نے کہا، اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں، ایک چور اور ایک زانیہ عورت اور مال دار کو صدقہ کرنے پر، پھر کوئی اس کے خواب میں آیا اور اس کو کہا گیا کہ تو نے جو چور کو صدقہ کا مال دے دیا تو ممکن ہے وہ چوری سے باز آجائے، اور زانیہ عورت بھی ہوسکتا ہے کہ اپنی بدکاری سے باز آجائے اور مال دار بھی ممکن ہے کہ عبرت حاصل کرے اور اللہ کے دیئے ہوئے مال سے خرچ کر دے۔'' [اخرجہ البخاری (۱۴۲۱) و مسلم (۱۰۲۲)]

فوائد حدیث

۱۔ معلوم ہوا کہ نفلی صدقات میں اگر کوئی فاسق یا مالدار آدمی صدقہ لے لے تو صدقہ کرنے والا ثواب سے محروم نہیں ہوگا۔

۲۔ معلوم ہوا کہ صدقہ، پوشیدہ طریقہ سے کرنا افضل ہے۔

۳۔ اخلاص کی فضیلت معلوم ہوئی۔

۴۔ اگر غیر مستحق آدمی کو صدقہ کا مال مل جائے تو دوبارہ صدقہ کرنا مستحب ہے۔

۵۔ حکم ظاہر حال پر لگتا ہے۔

۶۔ قضاء و تقدیر پر راضی رہنا باعث فضیلت و برکت ہے اور ناخوش ہونا مذموم ہے۔

۷۔ سچے خواب مبشرات کا حصہ ہیں جو نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

(۳۳) ﴿بندے کی توبہ پر اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتے ہیں﴾

حضرت سماکؒ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس آدمی سے زیادہ خوش ہوتے ہیں جو اپنا زادراہ لے کر اپنے اونٹ پر لادے اور کسی سفر پر روانہ ہو جائے (دوران سفر) کسی جنگل و بیابان میں پہنچ کر اس کو آرام کرنے کی ضرورت پیش آئے تو وہ سواری سے اتر کر وہاں ایک درخت کے نیچے ستانے کے لئے لیٹ جائے اور سو جائے اور بیدار ہو تو اس کا اونٹ گم ہو چکا ہو، اس کی تلاش میں ایک مسافت طے کرے لیکن اسے اونٹ نظر نہ آئے، پھر ایک مسافت کا سفر کرے لیکن اس کو کچھ دکھائی نہ دے، پھر تیسری مرتبہ ایک مسافت اس کی تلاش میں نکلے مگر اس کو کچھ نظر نہ آئے، پھر اسی جگہ پر واپس آجائے، جہاں اس نے آرام کیا تھا، دریں اثناء کہ وہ بیٹھا ہو کہ اس کا اونٹ چلتے ہوئے آجائے اور اپنی لگام اس کے ہاتھ میں دیدے، اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس آدمی سے زیادہ خوش ہوتے ہیں جو اس طرح سے اپنے اونٹ کو پاتا ہے۔'' [اخرجہ البخاری (۶۳۰۸) و مسلم (۲۷۴۵)]

فوائد حدیث

۱۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرنے کی فضیلت معلوم ہوئی۔ توبہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کر لیتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے لئے صفت فرحت ثابت ہوئی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ لطف و رحمت کا معاملہ کرنا معلوم ہوا۔

۴۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنے تمام کاموں میں احتیاط کا دامن نہ چھوڑے۔

۵۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے مواخذہ نہیں فرماتے جو اپنی عقل و ہوش کھو بیٹھا ہو۔

۶۔ دوسرے کی حکایت نقل کرنا جائز ہے۔

(۳۴) حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان الفارسیؓ نے اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اصفہان کے ایک نواح گاؤں ''جی'' کا فارسی باشندہ تھا، میرے والد اپنے گاؤں کے بڑے چودھری اور زمیندار تھے اور مجھ سے بے حد محبت کرتے تھے، میرے والد کی میرے ساتھ برابر محبت رہی، یہاں تک کہ انہوں نے مجھے ایک جاریہ کی طرح گھر میں محبوس کر دیا یعنی آتش کدے کے سامنے بٹھا دیا، میں نے آتش پرستی میں اتنی زیادہ کوشش کی کہ میں آتش کدے کا محافظ بن گیا، جس کا کام یہ ہوتا تھا کہ وہ ایک ساعت کے لئے بھی آگ کو بجھنے نہ دے، ہر وقت روشن رکھے، میرے والد کی بڑی زمینیں تھیں، ایک دن ان کو کوئی کام در پیش ہوا تو مجھے کہنے لگے: بیٹے! آج میں اپنی زمینوں پر کسی کام کی وجہ سے نہیں جا سکتا، اس لئے تم جاؤ اور ان زمینوں کی دیکھ بھال کرو، انہوں نے مجھے ان زمینوں کے متعلق اس بات کا حکم دیا جو وہ چاہتے تھے، چنانچہ میں ان زمینوں کو دیکھنے کے ارادے سے نکلا تو راستہ میں نصاریٰ کے عبادت خانہ کے پاس سے میرا گزر ہوا، میں نے ان کی آوازیں سنیں، وہ نماز پڑھ رہے تھے، گھر میں قید رہنے کی وجہ سے ان لوگوں کی حقیقت حال سے واقف نہ تھا، جب میں ان کے پاس سے گزرا اور ان کی آوازیں میرے کان میں پڑیں تو میں ان کے پاس چلا گیا کہ دیکھوں تو سہی کہ وہ کیا کرتے ہیں، جب میں نے ان کو دیکھا تو ان کی نماز

مجھے پسند آئی اور ان کے عمل کی دل میں رغبت پیدا ہوئی، میں نے کہا کہ خدا کی قسم! یہ دین اس سے بہتر ہے جسے ہم نے اختیار کیا ہوا ہے، خدا جانتا ہے کہ میں غروب آفتاب تک ان ہی کے پاس رہا، اور والد کی زمینوں کی کوئی پرواہ نہیں کی، اور وہاں نہیں گیا، میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تمہارے اس دین کا مرکز کہاں ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ملک شام میں، حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں اپنے والد صاحب کے پاس واپس چلا آیا، جبکہ وہ میری تلاش میں کسی کو بھیج چکے تھے اور اس سلسلہ میں انہوں نے اپنی تمام مصروفیات موقوف کر دی تھیں، جب میں گھر پہنچا تو انہوں نے پوچھا کہ بیٹے! تم کہاں تھے؟ کیا میں نے تمہیں ایک کام کے لئے نہیں بھیجا تھا؟ میں نے کہا کہ ابا جان! میں گھر سے نکلا تو راستہ میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزر ہوا جو اپنے عبادت خانے میں نماز پڑھ رہے تھے، مجھے ان کا دین و مذہب بڑا پسند آیا، خدا گواہ ہے کہ میں پھر غروب آفتاب تک ان لوگوں کے پاس ہی ٹھہرا رہا، باپ نے کہا: بیٹے! ان کا دین اچھا نہیں ہے، تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا دین اس سے بہت بہتر ہے، میں نے کہا کہ ہرگز نہیں، خدا کی قسم! وہ دین ہمارے دین سے بہت بہتر ہے، حضرت سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں کہ یہ سن کر میرے والد کو خطرہ ہوا اور میرے پاؤں میں بیڑی ڈال دی، اور مجھے گھر میں قید کر دیا، (ایک روز) نصاریٰ نے میری طرف پیغام بھیجا تو میں نے ان سے کہا کہ جب ملک شام سے نصاریٰ کا تجارتی قافلہ آئے تو مجھے ضرور اطلاع دینا، چنانچہ کچھ دنوں کے بعد ملک شام سے نصاریٰ کا تجارتی قافلہ آیا تو انہوں نے مجھے خبر دی، میں نے ان سے کہا کہ جب یہ لوگ اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر اپنے ملک واپس جانے لگیں تو مجھے اطلاع دے دینا، حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ جب وہ لوگ اپنے علاقہ کی طرف واپس جانے لگے تو انہوں نے مجھے کسی طرح پیغام بھیج دیا، میں نے پاؤں سے بیڑی اتاری اور ان لوگوں کے ساتھ ملک شام روانہ ہو گیا، جب ملک شام پہنچا تو میں نے لوگوں سے معلوم کیا کہ یہاں اس دین کا حامل سب سے افضل شخص کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ فلاں گرجے کا اسقف (بشپ)، میں اس کے پاس گیا، میں نے ان سے کہا

کہ مجھے اس دین سے رغبت ہے، میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ کے اس عبادت خانہ میں آپ کی خدمت کروں، آپ سے کچھ سیکھوں اور آپ کے ساتھ نماز پڑھوں، اس پادری نے کہا کہ اندر آ جاؤ، میں اس کے پاس حاضر ہو گیا، حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ وہ اچھا آدمی نہیں تھا، دوسروں کو صدقہ و خیرات کا حکم دیتا اور اس کی ان کو ترغیب دیتا لیکن جب لوگ اس کے پاس مال وغیرہ لے کر آتے تو اس میں سے بہت سی چیزوں کو اپنے لئے جمع کر لیتا تھا، مسکینوں کو نہیں دیتا تھا، یہاں تک کہ اس نے سونے چاندے کے سات مٹکے بھر لئے تھے، اس لئے مجھے اس سے سخت نفرت ہو گئی تھی، کیونکہ میں اس کو ایسی حرکات کرتے دیکھتا تھا، ایک دن وہ مر گیا، نصاریٰ اس کی تدفین وغیرہ کے لئے جمع ہوئے تو میں نے ان سے کہا کہ یہ شخص برا تھا کہ تمہیں تو صدقہ کرنے کا کہتا تھا اور اس کی ترغیب بھی دیتا تھا لیکن جب تم اپنا مال لے کر اس کے پاس جاتے تھے تو یہ اس کو اپنے لئے جمع کر لیتا تھا، مسکینوں کو کچھ نہیں دیتا تھا، لوگوں نے کہا کہ بھلا تمہیں اس بات کا کیسے علم ہے؟ میں نے کہا کہ آؤ چلو میرے ساتھ، میں تمہیں وہ خزانہ دکھاتا ہوں، لوگوں نے کہا کہ ہاں، چلو دکھاؤ، حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان لوگوں کو خزانہ کی جگہ دکھائی تو وہاں سے سونے چاندی کے بھرے ہوئے سات مٹکے برآمد ہوئے، جب لوگوں کو حقیقت حال کا علم ہوا تو کہنے لگے کہ خدا کی قسم ہے، ہم اس شخص کو کبھی بھی نہ دفنائیں گے، انہوں نے اس شخص کو سولی پر لٹکا دیا اور اس پر پتھر برسائے، پھر ایک اور آدمی اس پادری کی جگہ پر بٹھایا گیا، حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ وہ شخص اس سے زیادہ افضل تھا، دنیا سے بے رغبت اور آخرت کے کاموں میں زیادہ راغب تھا اور پہلے شخص سے زیادہ عبادت گزار تھا، اس لئے مجھے اس سے بے حد محبت ہو گئی، میں اس کی خدمت میں ایک عرصہ تک رہا، پھر اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں نے اس سے کہا کہ میں ایک عرصہ تک آپ کے ساتھ رہا، مجھے آپ سے اتنی محبت ہو گئی کہ آپ کے پیش رو سے اتنی محبت نہیں تھی، اب آپ کی موت کا وقت آ چکا ہے، آپ مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اے بیٹے! خدا

کی قسم! میں آج کسی کو نہیں جانتا جو اس دین پر کاربند ہو اور اس پر عمل پیرا ہو جس پر میں قائم ہوں، لوگ ہلاک ہو گئے اور بدل گئے ہیں، اکثر لوگوں نے اس دین کو ترک کر دیا ہے، البتہ موصل (شہر) میں ایک آدمی ہے، وہ اسی دین پر قائم ہے جس پر میں ہوں، تم اس کے پاس چلے جانا، حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ جب وہ فوت ہو گیا تو میں موصل میں اس صاحب کے پاس پہنچا اور اس کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے کہا کہ مجھے فلاں شخص نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی تھی کہ آپ کے پاس چلا جاؤں، اور انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ آپ اس کے دین پر قائم ہیں، اس نے کہا کہ ٹھیک ہے، تم میرے پاس ٹھہر جاؤ، میں ان کے پاس ٹھہر گیا، وہ بڑے نیک صالح انسان تھے، واقعی اپنے صاحب کے دین و مذہب پر چلنے والے تھے، پھر کچھ عرصہ کے بعد وہ بھی فوت ہونے لگے تو میں نے ان سے عرض کیا کہ فلاں شخص نے مجھے آپ کے پاس حاضر ہونے کی وصیت کی تھی اور حکم دیا تھا کہ آپ سے جا کر ملوں، لیکن اب آپ کی وفات کا وقت بھی آ پہنچا ہے، آپ مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ اے بیٹے! خدا گواہ ہے کہ میرے علم میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو ہماری طرح دین پر چلنے والا ہو، صرف نصیبین میں فلاں شخص ہے، تم اس کے پاس چلے جاؤ، جب وہ بھی فوت ہو گئے تو میں نصیبین میں جا کر اس صاحب سے ملا اور میں نے ان کو اپنا سارا قصہ سنایا اور یہ بھی بتایا کہ مجھے میرے فلاں صاحب نے آپ کے پاس حاضر ہونے کا حکم دیا ہے، انہوں نے کہا کہ تم میرے پاس ٹھہر جاؤ، میں ان کے پاس ٹھہر گیا، میں نے ان کو بھی سابقہ دو صاحبوں کی طرح نیک پایا، چنانچہ میں ایک اچھے انسان کے پاس مقیم ہو گیا، خدا جانتا ہے کہ کچھ دنوں کے بعد وہ بھی موت کے قریب پہنچ گیا، جب ان کی وفات کا وقت آیا تو میں نے ان سے کہا کہ فلاں شخص نے مجھے فلاں کے پاس جانے کا حکم دیا تھا پھر فلاں نے مجھے آپ کے پاس جانے کی وصیت کی، اب آپ کیا حکم دیتے ہیں، میں کس کے پاس جاؤں؟ انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم! میں نہیں جانتا کہ کوئی ایسا شخص زندہ ہو جو ہمارے اس دین پر چلنے والا ہو، البتہ عمودیہ میں ایک آدمی ہے وہ ہماری

طرح دین پر چلتا ہے، اگر تم چاہو تو اس کے پاس چلے جاؤ، جب ان کی وفات ہوگئی تو میں عموریہ میں اس شخص کو ملنے گیا اور اس کو جا کر اپنا سارا واقعہ سنایا، اس نے کہا کہ تم یہاں میرے پاس ٹھہر جاؤ، چنانچہ میں ان کے پاس ان کے دوسرے ساتھیوں کے بتانے پر ٹھہر گیا، حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے یہاں کچھ کام کاج بھی کیا، جس سے بہت سی گائیں اور بکریاں میرے پاس جمع ہوگئیں، پھر خدا کا حکم (موت) اس کے لئے بھی آپہنچا۔ جب وفات کا وقت آیا تو میں نے ان سے کہا کہ میں فلاں شخص کے پاس رہتا تھا، پھر انہوں نے مجھے فلاں شخص کے پاس جانے کی وصیت کی، پھر انہوں نے آگے فلاں کے پاس جانے کی وصیت کی، پھر فلاں نے فلاں کے پاس جانے کا کہا، حتیٰ کہ میں آپ کے پاس پہنچا، اب آپ مجھے کس کے پاس جانے کا حکم دیتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ بیٹے! خدا کی قسم! میں نہیں جانتا کہ لوگوں میں سے کوئی ہمارے دین پر کاربند ہو جس کے پاس جانے کا میں تجھے حکم دوں، البتہ نبی آخر الزمان ﷺ کے معبوث ہونے کا وقت قریب آپہنچا ہے، وہ دین ابراہیمی کو لے کر معبوث ہوں گے، عرب کی سرزمین سے نکل کر ایک زمین کی طرف ہجرت کریں گے جو زمین دو پتھریلی زمینوں کے درمیان واقع ہے، جہاں کھجور کے درخت ہوں گے، اس نبی کی واضح علامات ہوں گی، وہ ہدیہ تو قبول کریں گے، لیکن صدقہ نہ کھائیں گے، ان کے دو مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی، اگر تم اس علاقہ میں جا کر ان سے مل سکو تو ضرور ملنا، حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ پھر وہ شخص بھی فوت ہوگیا، میں کچھ عرصہ تک عموریہ میں ٹھہرا رہا، جس قدر اللہ تعالیٰ کو منظور تھا، ایک دن بنو کلب کے تاجروں کا ایک قافلہ میرے قریب سے گزرا، میں نے ان سے کہا کہ مجھے عرب کی سرزمین میں لے جاؤ، میں تمہیں اپنی یہ گائیں اور بکریاں دے دوں گا، انہوں نے حامی بھر لی، میں نے وہ تمام جانور ان کو دیئے اور انہوں نے مجھے اپنے ساتھ سوار کرلیا، جب وادی القریٰ (مکہ معظّمہ) آئی تو ان لوگوں نے مجھ پر ظلم کیا کہ مجھے غلام بنا کر ایک یہودی شخص کے ہاتھ بیچ دیا، میں اس یہودی کے پاس رہنے لگا، مجھے یہاں کھجور کے درخت نظر آئے، میں

نے کہا کہ یہ وہی علاقہ ہے جس کا ذکر میرے اس صاحب (پادری) نے کیا تھا، ایک دن میں اس یہودی کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اس کا چچازاد بھائی مدینہ منورہ سے آیا جو بنو قریظہ سے تعلق رکھتا تھا، اس نے مجھے اس یہودی سے خرید لیا اور اپنے ساتھ مدینہ لے آیا، خدا کی قسم! میں مدینہ کو دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ وہی جگہ ہے جس کی میرے صاحب (پادری) نے نشاندہی کی تھی، میں مدینہ میں رہنے لگا، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو معبوث فرمایا، وہ پیغمبر ﷺ مکہ معظمہ میں کچھ عرصہ قیام پذیر رہے، میں اپنی غلامی کی مصروفیت کی وجہ سے وہاں ان کا ذکر نہ سن سکا تھا، پھر آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو خدا جانتا ہے کہ میں اپنے آقا کے کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا اور کچھ کام کر رہا تھا اور میرے آقا بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ان کا چچازاد بھائی آیا اور کہنے لگا کہ خدا غارت کرے بنو قیلہ کو، خدا کی قسم! وہ لوگ اس وقت قباء میں ایک آدمی کے پاس جمع ہو رہے ہیں جو کہ آج ہی مکہ سے آیا ہے، اپنے آپ کو نبی کہتا ہے، حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس کی بات سنی تو میرے جسم پر ایسی کپکپی طاری ہوئی کہ قریب تھا کہ میں اپنے آقا پر گر پڑتا، میں کھجور کے درخت سے نیچے اترا اور اس کے چچازاد بھائی سے کہنے لگا کہ تم نے کیا کہا؟ بتاؤ کیا کہا؟ اس پر میرا آقا چراغ پا ہوا اور مجھے زوردار طمانچہ مارا اور کہا کہ تمہارا اس سے کیا کام؟ جا کر اپنا کام کرو، میں نے کہا کہ کوئی بات نہیں ہے، میں تو صرف اس سے وجہ پوچھنا چاہتا تھا، حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کچھ چیزیں جمع کر رکھی تھیں، جب شام ہوئی تو میں نے وہ چیزیں لیں اور سیدھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گیا، آپ ﷺ اس وقت قباء میں تھے، میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ﷺ نیک آدمی ہیں، آپ کے ہمراہ آپ کے دوست و احباب ہیں جو کہ ضرورت مند ہیں، یہ میرے پاس چند چیزیں صدقہ کی ہیں میں نے آپ کو ان کا زیادہ حق دار سمجھا، یہ کہہ کر میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں وہ چیزیں پیش کر دیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا: لو کھالو، خود تناول نہیں فرمایا،

میں نے دل میں کہا کہ ایک علامت تو ثابت ہوگئی، پھر میں واپس چلا آیا، میں نے کچھ اور چیزیں جمع کیں، رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے جا چکے تھے، میں وہ چیزیں لے کر حاضر ہوا، میں نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے، اس لئے یہ ہدیہ پیش خدمت ہے، میں اس کے ذریعہ آپ کا اکرام کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ آنحضور ﷺ نے اس میں سے کچھ تناول فرمالیا، اور اپنے ساتھیوں کو کھانے کا امر کیا، انہوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھایا، میں نے دل میں کہا کہ اب دو علامتیں ہوگئیں (یعنی ثابت ہوگئیں) پھر (ایک دن) میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ اس وقت جنت البقیع (کے قبرستان) میں موجود تھے، اپنے ایک صحابی کے جنازہ میں تشریف لائے تھے، اور اپنے اصحاب میں بیٹھے تھے، میں نے سلام کیا، پھر مہر نبوت دیکھنے کے لئے آپ کی پشت مبارک کی جانب گھومنے لگا جس کا میرے ساتھی (پادری) نے تذکرہ کیا تھا، جب آنحضرت ﷺ نے مجھے گھومتے ہوئے دیکھا تو پہچان گئے کہ میں کسی علامت کی جستجو میں ہوں چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی کمر سے چادر ہٹادی اور میں نے مہر نبوت کو دیکھا اور آپ ﷺ کو پہچان لیا، پھر میں اس پر جھک کر اس کو چومنے لگا، اور رونے لگا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اب ہٹ جاؤ، میں ہٹ گیا، پھر میں نے آپ ﷺ کو اسی طرح اپنا سارا قصہ سنایا جس طرح اے ابن عباسؓ! تجھے سنایا، پھر آنحضور علیہ السلام نے یہ واقعہ اپنے صحابہ کو سنانا پسند فرمایا، اس کے بعد حضرت سلمانؓ کو ان کی غلامی سے فرصت نہ ملی جس کی وجہ سے بدر اور احد میں شریک نہ ہوسکے، حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ پھر (ایک دن) رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے سلمان! اپنے آقا سے کتابت کا معاملہ کرلو' چنانچہ میں نے اپنے آقا سے چالیس اوقیہ چاندی اور تین سو کھجور کے درختوں پر بدل کتابت کا معاملہ کیا جن درختوں کی میں پرورش کروں گا کہ وہ کھانے کے قابل ہوجائیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو، چنانچہ انہوں نے میری مدد کی، کسی نے کھجور کے تیس پودے دیئے، کسی نے بیس اور کسی نے پندرہ پودے اور کسی نے دس پودے دے کر میری مدد کی، الغرض

ہر ایک نے اپنی استطاعت کے مطابق میرے ساتھ تعاون کیا یہاں تک کہ میرے پاس پورے تین سو جمع ہوگئے، پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے سلمانؓ! ان کے لئے ایک گڑھا کھودو، جب فارغ ہوجاؤ، میرے پاس آنا، میں انہیں اپنے دست مبارک سے لگا دوں گا" چنانچہ میں نے اس کے لئے گڑھا کھودا میرے ساتھیوں نے بھی میری مدد کی، فارغ ہوجانے کے بعد میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ کو بتایا تو رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ نکلے، ہم ایک ایک پودا پیش کرتے رہے اور آپ ﷺ اپنے دست اقدس سے لگاتے گئے، خدا کی قسم جس کے قبضہ میں سلمانؓ کی جان ہے کہ کوئی پودا خشک نہیں ہوا، پس میں نے کھجوروں کے درخت اس کو دے دیئے، دوسرا مال میرے ذمہ رہ گیا (یعنی چالیس اوقیہ چاندی) اس کی صورت یہ ہوئی کہ کسی غزوہ سے مرغی کے انڈے کے برابر سونا حاصل ہوا اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کردیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ فارسی مکاتب غلام کدھر ہے؟ مجھے بلایا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سونا لو اور اپنے آقا کو دے آؤ" میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! یہ تھوڑا سا سونا بھلا میرے بدل کتابت کے لئے کیسے پورا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم یہ لو، اللہ تعالیٰ تمہارا معاوضہ ضرور ادا فرمادیں گے، حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے وہ سونا لیا اور اس کا وزن کیا تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں سلمانؓ کی جان ہے وہ پورا چالیس اوقیہ چاندی کے برابر نکلا، چنانچہ میں نے اپنے آقا کو اس کا حق ادا کردیا، اور میں طوق غلامی سے آزاد ہوگیا، پھر میں غزوہ خندق میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوا، اس کے بعد کوئی غزوہ ایسا پیش نہیں آیا جس میں میں آنحضور ﷺ کے ساتھ شریک نہ رہا ہوں"

[اخرجہ احمد (۵/۴۴۱) والطبرانی فی الکبیر (۶/۲۲۲) و ابن سعد فی الطبقات (۴/۷۵)، والبیہقی فی الکبری (۱۰/۳۲۲)]

فوائد حدیث

۱۔ والدین کی فرمانبرداری محبت کا سبب ہے۔

۲۔ معلوم ہوا کہ قید خانہ میں ڈالنا اور ہاتھ پاؤں میں بیڑیاں اور ہتھکڑیاں لگانا روزِ ازل سے ہی ان مجرمین کا طریقہ رہا ہے۔ جو مسلمانوں کو دین پر چلنے سے روکتے ہیں۔

۳۔ ایمان کی راہ پر چلنے سے دنیا کا مال ومتاع ہیچ نظر آتا ہے۔

۴۔ ایمانی قوت کا مقابلہ ممکن نہیں ہے وہ قوت ہر پیش کش پر غالب رہتی ہے۔

۵۔ مومن ہر قسم کی آزمائش اٹھانے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔

۶۔ حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ برے لوگ کبھی نیک لوگوں کا لبادہ اوڑھ کر لوگوں کو گمراہ کیا کرتے ہیں۔

۷۔ علم کے حصول کے لئے عالم کی صحبت ضروری ہے۔

۸۔ جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے مصیبت سے نکلنے کی کوئی نہ کوئی سبیل پیدا کر دیتے ہیں اور جو شخص اللہ کے لئے کوئی چیز چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس سے زیادہ بہتر چیز بدلہ میں دیتے ہیں۔

۹۔ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ ایمان کا ترازو ہے۔

۱۰۔ بات غور سے سننا اور اس کی طرف توجہ دینا نبوت کے اعلیٰ اخلاق وآداب میں سے ہے۔

۱۱۔ معلوم ہوا کہ قائد کو اپنے ساتھیوں کی خبر گیری کرتے رہنا چاہئے۔

۱۲۔ ثابت ہوا کہ کسی حربی کافر سے غلام کا خریدنا، ہبہ کرنا اور آزاد کرنا جائز ہے۔

۱۳۔ ایک دوسرے سے تعاون کرنا مسلمان کی معاشرتی ذمہ داری ہے۔

(۳۵) حضرت عیسیٰؑ کا ایک چور کی تصدیق کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (ایک دن) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک چور کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تو اس سے فرمایا کہ کیا تو نے چوری کی ہے؟ وہ بولا کہ نہیں، اس ذات کی قسم ہے جس کے سوا

کوئی معبود نہیں، عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں اور اپنے آپ کو جھٹلاتا ہوں۔'' [اخرجه البخاری (۳۴۴۳) و مسلم (۲۳۶۸)]

فوائد حدیث

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مسلم (۱۵/۵۰۷، مطبع: دار الخیر) میں فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض کا قول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بات کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ میں اس شخص کی تصدیق کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہے اور اس کے ظاہری حال سے جو کچھ مجھے معلوم ہوا ہے اس کی تکذیب (تردید) کرتا ہوں، کیونکہ ممکن ہے کہ اس نے ایسا مال لیا ہو جس میں اس کا حق متعلق ہو یا مالک کی اجازت سے لیا ہو یا اس کا مقصد غصب کرنا اور چھیننا نہ ہو یا مطلب یہ ہے کہ اس کی ظاہری حالت سے آپ علیہ السلام کو معلوم ہوا ہو کہ اس نے کچھ اٹھایا ہے لیکن جب وہ خدا تعالیٰ کی قسم کھا بیٹھا کہ اس نے چوری نہیں کی تو آپ نے اپنا گمان ساقط کر کے اس سے رجوع کر لیا۔'' الخ

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ لوگوں کے امور کو اچھے پہلو پر محمول کرنا چاہئے اور تہمت یا شک وشبہ کے موقع پر قسم کھانی پڑے تو جائز ہے۔

(۳۶) انسان کی حرص

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک جنتی شخص پروردگار عالم سے کھیتی باڑی کرنے کی اجازت چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ کیا تجھے اپنی ہر خواہش حاصل نہیں ہوگئی وہ کہے گا کہ ہاں کیوں نہیں، لیکن میں کھیتی باڑی کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ وہ بیج ڈالے گا اور پلک جھپکتے ہی سبزہ اگ آئے گا اور کھیتی بڑھ پک کر کٹ جائے گی اور پہاڑوں کے برابر انبار لگ جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے ابن آدم! یہ سب کچھ لے لو، کوئی چیز تیرے پیٹ کو نہیں بھر سکتی۔''

[اخرجه البخاری (۷۵۱۹)]

فوائد حدیث

۱۔ معلوم ہوا کہ جنتی اگر جنت میں دنیا کے کسی کام کی خواہش کریں گے تو اس کا حصول ممکن ہوگا۔

۲۔ ہر شخص اپنی عمومی عادت کے ساتھ موصوف ہوتا ہے۔

۳۔ دنیا کی حرص ہر شخص کی جبلت اور سرشت میں موجود ہے۔

۴۔ قناعت پسندی کی فضیلت اور حرص وطمع کی مذمت معلوم ہوئی ہے۔

(۳۷) حضرت صہیب رومیؓ کا ہجرت کی خاطر اپنا مال وزر قربان کرنا

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مجھے خواب میں تمہارا دار ہجرت دکھایا گیا جو کہ دو پتھریلی زمینوں کے درمیان میں ایک شور زمین کی صورت میں تھا، یا تو وہ مقام ہجر ہوگا یا یثرب'' آپؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کی طرف ہجرت کے ارادے سے نکلے، آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہجرت کا عزم کیا تھا (چنانچہ جب میں ہجرت کے لئے نکلا تو) قریش کے چند نوجوانوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا، میری وہ رات انتہائی کرب وابتلا میں گزری، میں ہتھیار بند بھی نہ تھا، قریش کے ان نوجوانوں نے کہا کہ اسے پیٹ نے مشغول کر دیا ہے، (جب رات ہوئی اور) وہ سو گئے تو میں وہاں سے نکلا، راستہ میں مجھے کچھ لوگ ملے جو چاہتے تھے کہ میں واپس ہو جاؤں، میں نے ان سے کہا کہ اگر میں تم کو چند اوقیہ سونا دے دوں تو کیا میرا راستہ چھوڑ دو گے؟ انہوں نے رضا مندی ظاہر کی، پس میں ان کے پیچھے پیچھے مکہ پہنچ گیا (مکہ پہنچ کر) میں نے ان سے کہا کہ (میرے گھر کے) دروازے کی چوکھٹ کے نیچے خزانہ چھپا ہوا ہے اسے کھود کر لے لو اور فلاں عورت کے پاس چلے جاؤ اور اس سے دو جوڑے مزید لے لو، (یہ کہہ کر) میں چلا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں قباء پہنچ گیا، ابھی آپ ﷺ قباء سے آگے روانہ نہیں ہوئے تھے، جب آنحضور ﷺ نے

مجھے دیکھا تو فرمایا ''اے ابو یحییٰ! تمہاری تجارت نفع مند رہی'' میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! مجھ سے پہلے ابھی آپ تک کوئی نہیں آیا، اس واقعہ کی خبر آپ ﷺ کو یقیناً حضرت جبریل علیہ السلام نے دی ہے۔''

[اخرجه البیهقی فی دلائل النبوة (۲/۵۲۲) والطبرانی فی الکبیر (۸/۳۶) والحاکم (۳/۳۹۸)]

فوائد حدیث

۱۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہو کہ مومن آدمی اپنے دین، اہل وعیال اور مال و زر ہر چیز میں آزمایا جاتا ہے۔

۲۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کوئی چیز چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بہتر چیز عوض میں دیتے ہیں۔

۳۔ بلاشبہ مال بھی ایک قابل قدر چیز ہے، انسان کی گزر اوقات اس سے وابستہ ہے لیکن دین اور ایمان اس سے بھی زیادہ قابل قدر اور قیمتی چیز ہے۔

۴۔ مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ایسی چیزوں سے کنارہ کشی اور دوری اختیار کرے جو اس کے دین کے لئے مضر ہوں۔

۵۔ اعمال صالحہ کا سوداگر دنیا وآخرت میں کامیاب وکامران ہے۔

(۳۸) خودکشی کی سزا

حضرت جندب البجلی رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان میں ایک آدمی تھا جس کے بدن پر کوئی پھوڑا وغیرہ نکل آیا تھا جب اسے زیادہ تکلیف ہوئی تو اس نے اپنے ترکش سے تیر نکالا اور اس پھوڑے میں گھونپ دیا اس سے خون جاری ہوگیا اور کسی طرح بھی بند نہیں ہوا حتیٰ کہ وہ مر گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے نے اپنی جان کے متعلق جلدی دکھائی میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔'' [اخرجه البخاری (۱۳۶۴)]

فوائد حدیث

۱۔ اس حدیث سے آزمائشوں پر صبر کرنے اور تکالیف کی بناء پر بے صبری نہ دکھانے کی فضیلت معلوم ہوئی۔

۲۔ ایسے اسباب اختیار کرنا جائز نہیں ہیں جو انسان کو خودکشی یا ہلاکت تک پہنچا دیں۔

۳۔ معلوم ہوا کہ انسان کو اپنے افعال وحرکات میں ایک گونہ اختیار حاصل ہے۔

(۳۹) رحمت خداوندی سے مایوس نہیں ہونا چاہیے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ایک آدمی تھا جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بچوں سے کہا: جب میرا انتقال ہوجائے تو مجھے جلا کر خاکستر کر دینا اور میری راکھ بنا کر ہوا میں اڑا دینا، خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے پکڑا تو مجھے ایسا عذاب دے گا کہ اس نے ویسا عذاب کسی کو نہ دیا ہوگا، جب وہ آدمی فوت ہوگیا تو اس کے ساتھ (وصیت کے مطابق) عمل کیا گیا، اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ تیرے اندر اس کے جتنے اجزاء ہیں سب جمع کر دے زمین نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس کے تمام اجزاء کو جمع کر دیا، پھر اسے زندہ کر کے بارگاہ الٰہی میں کھڑا کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا؟ اس نے کہا کہ اے میرے رب! مجھے آپ (کے عذاب) کا خوف تھا، یا اس نے کہا کہ پروردگار! مجھے آپ کی ذات سے خوف تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما دی۔'' [أخرجه البخاري (۳۴۷۸) و مسلم (۲۷۵۷)]

فوائد حدیث

۱۔ اس حدیث مبارکہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت معلوم ہوئی۔

۲۔ معلوم ہوا کہ رحمت خداوندی سے ناامید نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس کے عفو و درگزر

کا امیدوار رہنا چاہیے۔

۳۔ جہالت عذر ہے (یہ بات محل نظر ہے)

۴۔ خشیت الٰہیہ کی فضیلت معلوم ہوئی۔

۵۔ وفات کے وقت وصیت کرنی چاہیے۔

۶۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات قادر مطلق اور غالب اور حکمت والی ہے۔

۷۔ حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ اس آدمی کی اولاد نے اس کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اس کو جلا دیا اور اس کی راکھ بنا کر ہوا میں اڑا دی، حالانکہ بچوں کے لئے یہ جائز نہیں تھا کہ وہ اپنے باپ کی بات مانتے، کیونکہ خالق کی نافرمانی کی صورت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہوتی۔

(۴۰) حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''یونس علیہ السلام نے اپنی قوم سے عذاب کا وعدہ کیا کہ تین دن کے اندر اندر عذاب آ جائے گا، چنانچہ ہر والدہ کو اس کی اولاد سے جدا کر دیا گیا، پھر ساری قوم (گھر سے) نکلی اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں خوب گڑگڑائی اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو روک دیا، حضرت یونس علیہ السلام عذاب خداوندی کے منتظر رہے لیکن ان کو کچھ آثار نظر نہ آئے، (دستور یہ تھا کہ) جو شخص جھوٹ بولتا اور اس کے پاس اپنے سچے ہونے کا کوئی ثبوت نہ ہوتا تو اسے قتل کر دیا جاتا تھا، حضرت یونس علیہ السلام ناراضگی کی حالت میں چل دیئے اور چلتے چلتے ایک قوم کے پاس پہنچے جن کی ایک کشتی تھی، ان لوگوں نے آپ کو پہچان لیا اور اپنی کشتی میں سوار کر لیا جونہی آپ کشتی میں سوار ہوئے کشتی چلنا بند ہوگئی، جبکہ دوسری کشتیاں دائیں بائیں چل رہی تھیں، حضرت یونس علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ تمہاری اس کشتی کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ معلوم نہیں کہ کیا ہوا؟ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اس کی وجہ معلوم ہے، اس کشتی کے اندر کوئی ایسا غلام

سوار ہو گیا ہے جو اپنے مالک سے بھاگا ہوا ہے، خدا کی قسم! یہ کشتی نہیں چلے گی جب تک کہ تم اس کو دریا میں ڈال نہیں دو گے، لوگ کہنے لگے کہ آپ تو اللہ کے نبی ہیں۔ ہم آپ کو تو نہیں ڈالیں گے، یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ قرعہ ڈال لو، جس کے نام قرعہ نکلے وہ خود کو دریا میں ڈال دے، چنانچہ قرعہ ڈالا گیا تو یونس علیہ السلام کے نام نکلا، حتیٰ کہ تین بار قرعہ اندازی کی گئی مگر ہر بار یونس علیہ السلام کا نام نکلا، پس یونس علیہ السلام نے خود کو اس دریا میں ڈال دیا، ایک مچھلی ان کی حفاظت پر مامور کر دی گئی، چنانچہ جونہی وہ دریا میں گرے اس مچھلی نے ان کو نگل لیا اور زمین کی تہہ میں لے گئی، وہاں یونس علیہ السلام نے کنکریوں کی تسبیح پڑھنے کی آواز سنی تو قرآن کی اس آیت کے مطابق انہوں نے اپنے رب کو پکارا:

﴿فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [الانبیاء: ۸۷]

"یعنی آپ نے اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے، میں ہی قصور وار لوگوں میں سے ہوں۔"

تین اندھیروں میں پکارا، ایک اندھیرا تو مچھلی کے پیٹ کا تھا، دوسرا اس دریا کا تھا اور تیسرا اندھیرا رات کا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَوْ لَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ﴾ [القلم: ۴۹]

"یعنی اگر احسان خداوندی ان کی دستگیری نہ کرتا تو وہ میدان میں بدحالی کے ساتھ ڈالے جاتے"

(راوی کا) بیان ہے کہ یونس علیہ السلام جب دریا سے باہر ڈالے گئے تو اس چوزے کی طرح تھے جس کے بال اور پر نہ ہوں، پھر اللہ تعالیٰ نے اس جگہ ایک بیل دار درخت اگا دیا، آپ اس کے سایہ سے حظ حاصل کرتے رہے، ایک دن وہ درخت خشک

ہو گیا تو آپ اس کے خشک ہونے پر رونے لگے، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ ایک درخت کے خشک ہونے پر آپ کو رونا آیا لیکن ایک لاکھ سے زائد لوگوں کی حالت پر آپ کو رونا نہیں آیا؟! آپ تو چاہتے تھے کہ وہ ہلاک ہوں؟ حضرت یونس علیہ السلام وہاں سے نکلے تو دیکھا کہ ایک غلام بکریاں چرا رہا ہے، اس سے دریافت فرمایا کہ اے غلام! تم کس قوم کے ہو؟ غلام نے کہا کہ وہ قوم یونس سے ہے، یونس علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ جب واپس جاؤ تو ان سے میرا سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ میں یونس علیہ السلام سے ملاقات کر کے آیا ہوں، غلام نے کہا کہ اگر آپ واقعی یونس علیہ السلام ہیں تو آپ تو جانتے ہیں کہ جو شخص جھوٹا ثابت ہو اس کے پاس کوئی ثبوت بھی نہ ہو تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے، میری گواہی کون دے گا؟ یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ درخت اور یہ زمین تیرے حق میں گواہی دے گی، غلام نے یونس علیہ السلام سے کہا کہ آپ ان دونوں کو حکم دے دیں تو یونس علیہ السلام نے ان دونوں سے فرمایا کہ جب یہ غلام تمہارے پاس آئے تو اس کے حق میں گواہی دینا، ان دونوں نے اثبات میں جواب دیا کہ بہت اچھا۔ اس کے بعد غلام اپنی قوم میں واپس چلا آیا، اس کے چند بھائی بھی تھے اور (اس لحاظ سے) سے وہ محفوظ تھا، غلام نے بادشاہ سے آ کر کہا کہ میری یونس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی، وہ آپ سب کو سلام کہہ رہے تھے، بادشاہ نے اس غلام کے قتل کا حکم صادر کیا، غلام نے کہا کہ اس کے پاس ثبوت موجود ہے، آپ میرے ساتھ لوگوں کو بھیجیں، چنانچہ جب لوگ اس درخت اور اس جگہ پر پہنچے تو غلام نے خدا کا واسطہ دے کر ان سے کہا کہ کیا یونس علیہ السلام نے تم دونوں کو گواہ بنایا تھا؟ دونوں نے کہا کہ ہاں، ہمیں گواہ بنایا تھا، لوگ سہمے ہوئے واپس آئے کہ عجیب بات ہے کہ درخت اور زمین تیرے حق میں گواہی دیتے ہیں، بادشاہ کے پاس حاضر ہو کر آنکھوں دیکھا حال سنایا تو بادشاہ نے غلام کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنی مجلس (جگہ) میں بٹھا دیا اور کہا کہ تم اس منصب کے مجھ سے زیادہ حق دار ہو، چنانچہ اس غلام نے چالیس سال تک لوگوں کے امور و معاملات کو سنبھالا۔" [اخرجه ابن ابی شیبة (۱/۵۴۱) رقم (۱۱۹۵)]

فوائد حدیث

۱۔ مومن کی شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ اللہ کے حکم کے آگے سر جھکا دے، اس کے حکم پر کاربند رہے اور کسی کام میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرے۔

۲۔ ایمان اور توبہ و استغفار کا فائدہ معلوم ہوا کہ اس سے خدا تعالیٰ کی ناراضگی اور غیظ وغضب دور ہوتا ہے۔

۳۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو بھی کبھی کبھی آزمایا کرتا ہے جب بندے سے کوئی مخالفانہ حرکت سرزد ہو۔

۴۔ معلوم ہوا کہ اپنے گناہ کا اعتراف اور گڑگڑا کر دعائیں کرنا بہت سی ہولناکیوں سے نجات دلاتا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت آشکارا ہوئی۔

۶۔ پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بادشاہت عطا کرتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں عزت دیتے ہیں اور جس کو چاہیں ذلت وخواری سے دوچار کرتے ہیں۔

۷۔ جھوٹ کی برائی معلوم ہوئی۔

۸۔ بحری سفر کا جواز معلوم ہوا۔

۹۔ معلوم ہوا کہ تمام مخلوقات اللہ عزوجل کی مطیع وفرماں بردار ہیں۔

(۴۱) ماں کی ممتا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''دو عورتیں تھیں، دونوں کے پاس اپنے اپنے بیٹے موجود تھے، اچانک بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک عورت کے بیٹے کو لے گیا، اب دونوں آپس میں لڑنے لگیں، ایک نے کہا کہ وہ بھیڑیا تمہارا بیٹا لے گیا ہے، (میرا نہیں) دوسری عورت نے کہا کہ نہیں، تیرا بیٹا

لے گیا ہے، چنانچہ وہ دونوں عورتیں اپنا مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس لے کر آئیں، حضرت داؤد علیہ السلام نے ان میں سے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ دے دیا، پھر وہ دونوں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس چلی گئیں اور ان کو اپنا مسئلہ بتایا تو سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ چھری لاؤ، میں اس بچہ کے دو ٹکڑے کر کے دونوں میں تقسیم کر دوں، چھوٹی بولی کہ خدارا! ایسا نہ کیجئے، اللہ آپ پر رحم کرے، وہ اسی کا بیٹا ہے، (میرا نہیں ہے) حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس چھوٹی عورت کے حق میں فیصلہ دے دیا۔'' [اخرجہ البخاری (۳۴۲۷) ومسلم (۱۷۲۰)]

فوائد حدیث

۱۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فطانت و ذہانت اللہ تعالیٰ کی وہبی نعمت ہے، اور اس کا تعلق عمر کے چھوٹے یا بڑے ہونے سے نہیں ہے۔

۲۔ حق، ایک ہی جانب ہوتا ہے۔

۳۔ انبیاء علیہم السلام کو کسی بھی مسئلہ میں اجتہاد اور حکم لگانے کا حق حاصل ہوتا ہے۔

۴۔ حقوق کی ادائیگی کے لئے احکام میں حیلہ وتدبیر اختیار کرنا جائز ہے۔

۵۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ایک قاضی دوسرے قاضی کا فیصلہ کالعدم قرار دے سکتا ہے، خواہ وہ علم میں اس کے برابر ہو یا افضل ہو۔

۶۔ عالم حکمران بہرحال اجر وثواب حاصل کرتا ہے خواہ وہ درست اجتہاد کرے یا اس سے خطا ہو جائے۔

(۴۲) ایک پست قد عورت کا واقعہ

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل میں ایک پست قد کی عورت تھی جو دو دراز قد عورتوں کے ہمراہ

چلتی تھی، (ایک دن) اس نے لکڑی کی دو ٹانگیں اور سونے کی خول دار بند انگوٹھی بنوائی اور اس انگوٹھی میں مشک خوشبو بھری جو سب سے عمدہ خوشبو ہے اور پھر ان عورتوں کے پاس سے گزری ان عورتوں نے اس کو نہ پہچانا تو اس عورت نے اپنے ہاتھ سے یوں اشارہ کیا" (یعنی ہاتھ سے اپنے پست قد ہونے کی طرف اشارہ کیا)۔

[رواہ مسلم (۲۲۵۲) وأحمد (۳/۴۶)]

فوائد حدیث

۱۔ معلوم ہوا کہ پر اثر وعظ کی ایک نوع یہ ہے کہ سابقہ قوموں کے واقعات سنائے جائیں تاکہ انسان ان جیسے اعمال اختیار کرنے سے احتراز کرے۔

۲۔ مشک، سب سے عمدہ خوشبو ہے جیسا کہ خود نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔

۳۔ پتہ چلا کہ پرانے لوگ بھی صنعت وکاریگری کے فن سے آشنا تھے۔

۴۔ معلوم ہوا کہ عورت کو ہر وقت زیب وزینت اور بناؤ سنگھار کی حرص اور خواہش رہتی ہے۔

(۴۳) گائے اور بھیڑیئے کے بولنے کا معجزہ

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "ایک دن ایک چرواہا اپنی بکریاں چرا رہا تھا کہ ایک بھیڑیا آیا اور ریوڑ میں سے ایک بکری اٹھا کر لے جانے لگا، چرواہا دوڑا اور اس نے بکری کو بھیڑیئے سے چھڑا لیا، اس پر بھیڑیا بولا: آج تو تم نے مجھ سے اسے چھین لیا ہے لیکن بھیڑیے والے دن (قیامت کے قریب) اسے کون بچائے گا؟ جس دن میرے سوا اور کوئی اس کا نگہبان نہ ہوگا؟، اسی طرح ایک روز ایک شخص اپنی گائے ہانکے لئے جا رہا تھا کہ وہ اس پر سوار ہوگیا اور پھر اسے مارا، اس گائے نے کہا کہ ہم اس کے لئے پیدا نہیں کئے گئے، ہماری پیدائش تو

کھیتی کے لئے ہوئی ہے، لوگوں نے کہا: سبحان اللہ!" پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اس پر ایمان لاتا ہوں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی اس پر ایمان لاتے ہیں"

[اخرجه البخاری (۳۴۷۱) و مسلم (۲۳۸۸)]

فوائد حدیث

۱۔ حدیث ہذا سے حضرات شیخین، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی فضیلت ثابت ہوئی۔

۲۔ معلوم ہوا کہ ایسے عجائب وغرائب اور کرامات کا بیان کرنا مشروع ہے۔

۳۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی کبھی ایسی نشانیاں ظاہر کرتے ہیں جو انسانی عقل اور عام عادت کے خلاف ہوتی ہیں۔

۴۔ اس حدیث سے گائے کی پیدائش کی حکمت معلوم ہوئی۔

۵۔ نماز کے بعد لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنے کا جواز معلوم ہوا۔

(۴۴) ہجرت رسول اللہ اور سراقہ بن مالک کا واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میں نے ہوش سنبھالا تو میں نے اپنے ماں باپ کو دین اسلام کا متبع پایا، اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا کہ جس میں رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں صبح وشام دونوں وقت تشریف نہ لاتے ہوں، پھر جب مسلمانوں کو (مشرکین مکہ کی طرف سے) ستایا جانے لگا تو حضرت ابوبکرؓ حبشہ کی سر زمین کی طرف ہجرت کا ارادہ کر کے نکلے، جب مقام برک الغمار پر پہنچے تو آپؓ کی ملاقات ابن الدغنہ سے ہوئی۔ وہ قبیلہ قارہ کا سردار تھا، اس نے پوچھا کہ اے ابوبکرؓ! کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے، اس لئے اب میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ ملک ملک کی سیاحت کروں اور اپنے رب کی (آزادی کے ساتھ) عبادت کروں، ابن الدغنہ نے کہا کہ ابوبکرؓ! تم جیسے انسان کو تو اپنے وطن سے نہ

خود نکلنا چاہئے اور نہ اسے نکالا جانا چاہئے، تم محتاجوں کی مدد کرتے ہو، صلہ رحمی کرتے ہو، بے کسوں کا بوجھ اٹھاتے ہو، مہمان نوازی کرتے ہو، اور حق پر قائم رہنے کی وجہ سے کسی پر آنے والی مصیبتوں میں اس کی مدد کرتے ہو، میں تمہیں پناہ دیتا ہوں، واپس چلو اور اپنے گھر ہی میں اپنے رب کی عبادت کرو، چنانچہ آپ واپس آ گئے، اور ابن الدغنہ بھی آپ کے ساتھ واپس آیا، اس کے بعد ابن الدغنہ قریش کے تمام سرداروں کے ہاں شام کے وقت گیا اور سب سے اس نے کہا کہ ابوبکرؓ جیسے شخص کو نہ تو خود نکلنا چاہئے اور نہ اسے نکالا جانا چاہئے، کیا تم ایک ایسے شخص کو نکال دو گے جو محتاجوں کی مدد کرتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، بے کسوں کا بوجھ اٹھاتا ہے، مہمان نوازی کرتا ہے اور حق کی وجہ سے کسی پر آنے والی مصیبتوں میں اس کی مدد کرتا ہے، قریش نے ابن الدغنہ کی پناہ سے انکار نہیں کیا، صرف اتنا کہا کہ ابوبکرؓ سے کہدو کہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر کے اندر ہی کیا کریں، وہیں نماز پڑھیں اور جو جی چاہے وہیں پڑھیں، اپنی ان عبادات سے ہمیں تکلیف نہ پہنچائے، اس کا اظہار و اعلان نہ کریں، کیونکہ ہمیں اس کا خطرہ ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور بچے اس فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں، یہ باتیں ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکرؓ سے بھی آ کر کہہ دیں، کچھ دنوں تک تو آپ اس پر قائم رہے اور اپنے گھر کے اندر ہی اپنے رب کی عبادت کرتے رہے، نہ نماز سر عام پڑھتے تھے اور نہ اپنے گھر کے سوا کسی اور جگہ تلاوت قرآن کرتے تھے لیکن پھر انہوں نے کچھ سوچا اور اپنے گھر کے سامنے نماز پڑھنے کیلئے ایک جگہ بنائی جہاں آپ نے نماز پڑھنی شروع کر دی اور تلاوت قرآن بھی وہیں کرنے لگے، نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں مشرکین کی عورتیں اور بچوں کا مجمع ہونے لگا، وہ سب حیرت اور پسندیدگی کے ساتھ انہیں دیکھتے رہتے، حضرت ابوبکرؓ بڑے نرم دل انسان تھے، جب قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو اپنے آنسوؤں کو روک نہ سکتے تھے، اس صورت حال سے مشرکین قریش کے سردار گھبرا گئے اور انہوں نے ابن الدغنہ کو بلا بھیجا، جب ابن الدغنہ آیا تو انہوں نے اس سے کہا کہ ہم نے ابوبکرؓ کے لئے تمہاری پناہ اس شرط کے ساتھ تسلیم کی تھی کہ اپنے رب کی عبادت وہ اپنے گھر کے اندر کیا کریں

گے، لیکن انہوں نے شرط کی خلاف ورزی کی ہے اور اپنے گھر کے سامنے نماز پڑھنے کے لئے ایک جگہ بنا کر برسر عام نماز پڑھنے اور تلاوت قرآن کرنے لگے ہیں، ہمیں اس بات کا خطرہ ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور بچے اس فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں، اس لئے تم انہیں روک دو، اگر انہیں یہ شرط منظور ہو کہ اپنے رب کی عبادت صرف اپنے گھر کے اندر ہی کیا کریں تو وہ ایسا کر سکتے ہیں، لیکن اگر وہ اعلان و اظہار پر مصر ہیں تو ان سے کہو کہ تمہاری پناہ واپس دے دیں، کیونکہ ہمیں یہ پسند نہیں کہ تمہاری دی ہوئی پناہ میں ہم دخل اندازی کریں، لیکن ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس اعلان و اظہار کو برداشت نہیں کر سکتے، حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ پھر ابن الدغنہ، حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ جس شرط کے ساتھ میں نے آپ سے عہد کیا تھا وہ آپ کو معلوم ہے، اب یا آپ اس شرط پر قائم رہیئے، یا پھر میرے عہد کو واپس کیجئے، کیونکہ مجھے یہ گوارا نہیں کہ عرب کے کانوں تک یہ بات پہنچے کہ میں نے ایک شخص کو پناہ دی تھی لیکن اس میں دخل اندازی کی گئی، اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: میں تمہاری پناہ واپس کرتا ہوں اور اپنے رب عزوجل پر راضی اور خوش ہوں۔

حضور اکرم ﷺ ان دنوں مکہ معظمہ میں تشریف رکھتے تھے، آپ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ تمہاری ہجرت کی جگہ مجھے خواب میں دکھائی گئی ہے، وہاں کھجور کے باغات ہیں اور دو پتھریلے میدانوں کے درمیان واقع ہے، چنانچہ جنہیں ہجرت کرنا تھی انہوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور جو لوگ سرزمین حبشہ ہجرت کر کے چلے گئے تھے وہ بھی مدینہ واپس چلے آئے، حضرت ابوبکرؓ نے بھی مدینہ ہجرت کی تیاری شروع کر دی، لیکن آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ کچھ دنوں کے لئے توقف کرو، مجھے امید ہے کہ ہجرت کی اجازت مجھے بھی مل جائے گی، حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، کیا واقعی آپ ﷺ کو اس کی امید ہے؟ میرے باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں! آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضور ﷺ کی رفاقت سفر

کے شرف کے خیال سے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور دو اونٹنیوں کو جو ان کے پاس تھیں کیکر کے پتے کھلا کر تیار کرنے لگے چار مہینے تک۔ [أخرجه البخاري (۴/۵۷۵ فتح) واحمد (۶/۱۹۸)]

ابن شہابؒ کہتے ہیں کہ حضرت عروہؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن ہم حضرت ابوبکرؓ کے گھر بیٹھے ہوئے تھے، بھری دوپہر تھی کہ کسی نے ابوبکرؓ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سر مبارک پر رومال ڈالے تشریف لا رہے ہیں، حضور علیہ السلام کا معمول اس وقت آنے کا نہیں تھا، حضرت ابوبکر صدیقؓ بولے، میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان ہوں، ایسے وقت میں تو آپ ﷺ کسی خاص وجہ سے ہی تشریف لائے ہونگے، پھر آنحضور ﷺ تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی، حضرت ابوبکرؓ نے آپ ﷺ کو اجازت دی تو آپ ﷺ اندر داخل ہوئے، پھر آنحضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اس وقت یہاں سے تھوڑی دیر کے لئے سب کو اٹھا دو، حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، یہاں اس وقت تو سب گھر کے ہی افراد ہیں، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں، یا رسول اللہ ﷺ! آنحضور ﷺ نے اس کے بعد فرمایا کہ مجھے ہجرت کی اجازت دے دی گئی ہے، ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! کیا مجھے رفاقت سفر کا شرف حاصل ہوگا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں، ان دونوں میں سے ایک اونٹنی آپ ﷺ لے لیجئے، آنحضور ﷺ نے فرمایا لیکن قیمت سے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے جلدی جلدی ان کیلئے تیاریاں شروع کر دیں اور کچھ زادِ سفر ایک تھیلے میں رکھ دیا، حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے اپنے پٹکے کے ٹکڑے کر کے تھیلے کا منہ اس سے باندھ دیا اور اسی وجہ سے ان کا نام ''ذات النطاق'' (پٹکے والی) پڑ گیا، حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ نے جبل ثور کے غار میں پڑاؤ کیا، اور تین راتیں وہیں گزاریں، عبداللہ بن ابی بکرؓ رات وہیں جا کر گزارتے تھے، یہ نوجوان اور بہت سمجھدار تھے اور ذہن رسا پایا تھا، سحر کے وقت وہاں سے نکل آتے تھے اور صبح اتنی سویرے مکہ پہنچ جاتے

جیسے وہیں رات گزاری ہو، پھر جو کچھ بھی یہاں سنتے اور جس کے ذریعے ان حضرات کے خلاف کارروائی کے لئے کوئی تدبیر کی جاتی تو اسے محفوظ رکھتے اور جب اندھیرا چھا جاتا تو تمام اطلاعات یہاں آ کر پہنچاتے۔ حضرت ابوبکرؓ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہؓ آپ حضرات کے لئے قریب ہی دودھ دینے والی بکریاں چرایا کرتے تھے اور جب کچھ رات گزر جاتی تو اسے غار میں لاتے تھے، آپ حضرات اسی پر رات بسر کرتے، اس دودھ کو گرم لوہے کے ذریعے گرم کر لیا جاتا تھا، صبح منہ اندھیرے ہی عامر بن فہیرہؓ غار سے نکل آتے تھے، ان تین راتوں میں روزانہ کا ان کا یہی دستور تھا، حضرت ابوبکرؓ بنی الدیل جو بنی عبد بن عدی کی شاخ تھی، کے ایک شخص کو راستہ بتانے کیلئے اجرت پر اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے، یہ شخص راستوں کا بڑا ماہر تھا، آل عاص بن وائل سہمی کا یہ حلف تھا اور کفار قریش کے مذہب پر قائم تھا، ان حضرات نے اس پر اعتماد کیا اور اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے حوالہ کر دیں، قرار یہ پایا تھا کہ تین راتیں گزار کر یہ شخص غار ثور میں ان حضرات سے ملاقات کرے گا، چنانچہ تیسری رات کی صبح کو وہ دونوں اونٹنیاں لے کر آ گیا، اب عامر بن فہیرہؓ اور یہ راستہ بتلانے والا، ان حضرات کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے، ساحل کے راستے سے ہوتے ہوئے، ابن شہابؒ کہتے ہیں کہ مجھے عبدالرحمٰن بن مالک مدلجی نے خبر دی جو سراقہ بن مالک بن جعشم کے بھتیجے ہیں کہ ان کے والد نے انہیں خبر دی اور انہوں نے سراقہ بن مالک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہمارے پاس کفار قریش کے قاصد آئے اور یہ پیش کش کی کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ کو اگر کوئی شخص قتل کر دے یا قید کر کے لائے تو ہر ایک کے بدلے میں اسے سو اونٹ دیئے جائیں گے۔ میں اپنی قوم بنی مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ان کا ایک آدمی سامنے آیا اور ہمارے قریب آ کر کھڑا ہو گیا، ہم ابھی بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ اس نے کہا: سراقہ! ساحل پر میں ابھی چند سائے دیکھ کر آیا ہوں، میرا خیال ہے کہ وہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی ہی ہیں، سراقہ نے کہا، میں سمجھ گیا کہ اس کا خیال صحیح ہے، لیکن میں نے ان سے کہا کہ یہ وہ لوگ نہیں ہیں، تو نے فلاں فلاں کو دیکھا ہے، ہمارے سامنے سے اسی

طرف گئے ہیں، اس کے بعد میں مجلس میں تھوڑی دیر اور بیٹھا رہا اور پھر اٹھتے ہی گھر گیا اور اپنی باندی سے کہا کہ میرے گھوڑے کو لے کر ٹیلے کے پیچھے چلی جاؤ اور وہیں میرا انتظار کرو، اس کے بعد میں نے اپنا نیزہ اٹھایا اور گھر کی پشت کی طرف سے باہر نکل آیا، نیزے کی نوک سے زمین پر لکیر کھینچتا چلا گیا اور اوپر کے حصے کو چھپائے ہوئے تھا، میں گھوڑے کے پاس آکر اس پر سوار ہوا اور تیز رفتاری سے اسے لے چلا، جتنی سرعت کے ساتھ بھی میرے لئے ممکن تھا، بالآخر میں نے ان حضرات کو پا ہی لیا، اسی وقت گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور میں زمین پر گر گیا، لیکن میں کھڑا ہوا اور اپنا دایاں ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا، اس میں سے تیر نکال کر میں نے فال نکالی کہ آیا میں انہیں نقصان پہنچا سکتا ہوں یا نہیں؟ فال وہ نکلی جسے میں پسند نہیں کرتا تھا (یعنی میں انہیں نقصان نہیں پہنچا سکوں گا) پھر میں دوبارہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا، اور تیروں کے فال کی پرواہ نہ کی، پھر میرا گھوڑا مجھے انتہائی تیزی کے ساتھ دوڑائے لئے جا رہا تھا، آخر جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی قرأت سنی، آنحضور ﷺ میری طرف کوئی توجہ نہیں کر رہے تھے لیکن حضرت ابوبکر صدیق ؓ بار بار مڑ کر دیکھتے تھے تو میرے گھوڑے کے آگے کے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے، جب وہ ٹخنوں تک دھنس گیا تو میں اس کے اوپر گر پڑا اور اسے اٹھنے کے لئے ڈانٹا، میں نے اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے پاؤں زمین سے نہیں نکال سکا، بڑی مشکل سے جب اس نے پوری طرح کھڑے ہونے کی کوشش کی تو اس کے آگے کے پاؤں سے منتشر سا غبار اٹھ کر دھوئیں کی طرح آسمان کی طرف چڑھنے لگا، پھر میں نے تیروں سے فال نکالی، لیکن اس مرتبہ بھی وہی فال آئی جسے میں پسند نہیں کرتا تھا، اس وقت میں نے ان حضرات کو امان دینے کے لئے پکارا، میری آواز پر وہ لوگ کھڑے ہو گئے اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس آیا، ان تک برے ارادے کے ساتھ پہنچنے سے جس طرح مجھے روک دیا گیا تھا، اسی سے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت غالب آکر رہے گی، اس لئے میں نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ آپ ﷺ کی قوم نے آپ ﷺ کے لئے سو اونٹوں کے انعام کا اعلان کیا

ہے، پھر میں نے آپ ﷺ کو قریش کے ارادوں کی اطلاع دی، میں نے ان حضرات کی خدمت میں کچھ توشہ اور سامان پیش کیا لیکن آنحضور ﷺ نے اسے قبول نہیں کیا، مجھ سے کسی اور چیز کا مطالبہ بھی نہیں کیا، صرف اتنا کہا کہ ہمارے متعلق راز داری سے کام لینا، لیکن میں نے عرض کی کہ آپ ﷺ میرے لئے ایک امن کی تحریر لکھ دیجئے، آنحضرت ﷺ نے عامر بن فہیرہ ؓ کو حکم دیا اور انہوں نے چمڑے کے ایک رقعہ پر تحریر امن لکھ دی، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ آگے چل دیئے۔

[أخرجه البخاری معلقاً بصیغة الجزم عن ابن شهاب (۷/۲۳۸ فتح)]

فوائد حدیث

۱۔ معلوم ہوا کہ پہلے توشہ سفر اور سامان و اسباب تیار کرنا چاہئے پھر اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرنا چاہئے۔

۲۔ معزز دوست واحباب کی ملاقات کے لئے مناسب وقت مقرر کرنا چاہئے۔

۳۔ حدیث ہذا سے رسول پاک ﷺ کا خدا تعالیٰ پر اعتماد اور یقین معلوم ہوا۔

۴۔ باوقار انسان کی عزت نفس کسی چیز کو معاوضہ کے بغیر قبول نہیں کرتی۔

۵۔ عہد کی پاسداری کی فضیلت اور عہد شکنی کی مذمت معلوم ہوئی۔

۶۔ صلہ رحمی کی فضیلت معلوم ہوئی۔

۷۔ علماء کا ادب واحترام کرنا چاہئے۔

۸۔ اسلامی ریاست میں مسجد کی تعمیر اور اس کا اہتمام رکن اساسی کی حیثیت رکھتا ہے۔

۹۔ عہدہ ومنصب سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہئے۔

۱۰۔ آنحضور ﷺ کی تواضع وانکساری معلوم ہوئی کہ مدینہ منورہ میں آمد کے موقع پر کسی نے آپ ﷺ کو فوراً نہیں پہچانا۔

۱۱۔ جو اسباب، انسان کی قدرت وطاقت سے باہر ہوں انہیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کر

دینا چاہئے، اسی طرح ان کے نتائج بھی اللہ کے حوالہ کر دینے چاہئیں۔

۱۲۔ کامیاب قائد وہ ہے جو ہر کام میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ شریک رہتا ہے۔

(۴۵) حضرت صالح علیہ السلام

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ، مقام حجر کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ''نشانیوں کا مطالبہ نہ کرو (جیسے) قوم صالح نے ان کا مطالبہ کیا تھا، چنانچہ اونٹنی پہاڑ سے نکلی، انہوں نے اپنے رب کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں، اس اونٹنی کا حال یہ تھا کہ وہ ایک دن ان کا پانی پیتی تھی اور ایک دن وہ لوگ اس کا دودھ پیتے تھے، پس انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک سخت چیخ نے ان کو آ پکڑا اور آسمان کی چھت کے نیچے موجود تمام لوگوں کو نیست و نابود کر دیا، صرف ایک آدمی بچ سکا جو اللہ تعالیٰ کی حفاظت و امان میں رہا، کسی نے پوچھا، یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون تھا؟ فرمایا کہ وہ ابو رغال تھا، جب وہ حرم سے باہر نکلا تو وہ بھی اسی عذاب میں گرفتار ہوا جس میں اس کی قوم گرفتار ہوئی تھی۔'' [اخرجہ احمد (۲۹۶/۳)]

فوائد حدیث

۱۔ معلوم ہوا کہ نشانیوں کی فرمائش اور ان کا مطالبہ نہیں کرنا چاہئے۔

۲۔ اللہ کے رسولوں اور کتابوں کی تکذیب اور انکار پر خدا تعالیٰ کے عذاب اور غضب کا اندیشہ ہوتا ہے۔

۳۔ جن مقامات پر بڑے بڑے حادثات اور عذاب کے واقعات رونما ہو چکے ہوں وہاں پر قیام کرنا جائز ہے۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ کے علم کی دقت اور گہرائی معلوم ہوئی۔

۵۔ حرم مکہ ان کیلئے جائے پناہ ہے جو وہاں آ کر خود کو محفوظ کرلیں۔

(۴۶) حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے کہا کہ آج رات میں اپنی بیویوں کے پاس جاؤں گا، اور ہر بیوی ایک شہسوار جنے گی، جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرے گا، ان کے رفیق نے ان سے کہا کہ ''انشاء اللہ'' کہو، لیکن انہوں نے نہیں کہا، چنانچہ آپ بیویوں کے پاس گئے تو کسی بیوی کے ہاں بچہ پیدا نہ ہوا، صرف ایک کے ہاں ہوا اور اس کی بھی ایک جانب بیکار تھی، (آپ ﷺ نے فرمایا کہ) اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہتے تو حانث نہ ہوتے اور اپنی ضرورت و حاجت کو پا لیتے۔'' [اخرجہ البخاری (۳۴۲۴) و مسلم (۱۶۵۴)]

فوائد حدیث

۱۔ معلوم ہوا کہ اگر سابقہ شریعت کی کوئی بات ہماری شریعت کے خلاف ہو تو اس کی وجہ سے اس میں کسی قسم کی تبدیلی کرنا یا اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

۲۔ نیک کاموں میں تعاون کی خاطر اولاد کی تمنا کرنا مستحب امر ہے۔

۳۔ نیک کام کی حرص اور تمنا کرنا اور اس کے لئے اسباب اختیار کرنا جائز ہے۔

۴۔ کبھی مباحات، نیت کے ذرا فرق سے مستحبات بن جاتے ہیں۔

۵۔ تاکید کے پیش نظر مباح امور پر قسم کھانا جائز ہے۔

۶۔ قسم کھانے کے بعد انشاء اللہ کہنا بھی جائز ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی برکت معلوم ہوئی۔

۸۔ ذکر اللہ سے غفلت کی مذمت معلوم ہوئی۔

۹۔ جس لفظ کا ذکر کرنا قبیح معلوم ہوتا ہو اس کے لئے کنائی الفاظ استعمال کرنا مناسب ہے۔

(۴۷) کشتی والوں کا واقعہ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہمیں نبی کریم ﷺ کی ہجرت کے متعلق اطلاع ملی تو ہم یمن میں تھے، اس لئے ہم بھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ہجرت کی نیت سے نکل پڑے، اور میرے دو بھائی بھی میں ان سے چھوٹا تھا، میرے ایک بھائی کا نام ابوبردہؓ اور دوسرے کا ابورھمؓ۔ انہوں نے کہا کہ کچھ اوپر پچاس یا انہوں نے بیان کیا کہ ترپن یا باون میری قوم کے افراد میں سے تھے، ہم کشتی پر سوار ہوئے، لیکن ہماری کشتی نے ہمیں نجاشی کے ملک حبشہ میں لا ڈالا، وہاں ہماری ملاقات جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہوگئی، ہم نے وہاں انہیں کے ساتھ قیام کیا، پھر ہم سب (وہاں سے) مدینہ منورہ ساتھ روانہ ہوئے، یہاں ہم حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں اس وقت پہنچے جب آپ ﷺ خیبر فتح کر چکے تھے، کچھ لوگ ہم سے کہنے لگے کہ ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے، اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو ہمارے ساتھ ہی مدینہ آئی تھیں، ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں زیارت کی غرض سے حاضر ہوئیں، وہ بھی نجاشی کے ملک میں ہجرت کرنے والوں کے ساتھ ہجرت کر کے چلی گئی تھیں، حضرت عمرؓ بھی حفصہؓ کے گھر پہنچے، اس وقت اسماء بنت عمیسؓ وہیں تھیں، جب حضرت عمرؓ نے انہیں دیکھا تو دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ ام المؤمنین نے بتایا کہ یہ اسماء بنت عمیسؓ ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اچھا، وہی جو حبشہ سے بحری سفر کر کے آئی ہیں، حضرت اسماءؓ نے کہا کہ جی ہاں، حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ ہم تم لوگوں سے ہجرت میں آگے ہیں، اس لئے رسول اللہ ﷺ سے ہم، تمہارے مقابلہ میں زیادہ قریب ہیں، اس پر اسماءؓ بہت غصہ ہوگئیں، اور کہا، ہرگز نہیں، خدا کی قسم! تم لوگ، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے ہو، تم میں جو بھوکے ہوتے تھے اسے آنحضرت ﷺ کھانا کھلاتے تھے اور جو ناواقف ہوتے اسے آنحضور ﷺ نصیحت وموعظت کیا کرتے تھے، لیکن ہم بہت دور حبشہ میں غیروں اور دشمنوں کے ملک

میں رہتے تھے، یہ سب کچھ ہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے راستہ ہی میں تو کیا، اور خدا کی قسم! میں اس وقت تک نہ کھانا کھاؤں گی، نہ پانی پیئوں گی جب تک تمہاری بات رسول اللہ ﷺ سے نہ کہہ لوں، ہمیں اذیت دی جاتی تھی، دھمکایا ڈرایا جاتا تھا، میں آنحضور ﷺ سے اس کا ذکر کروں گی اور آپ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھوں گی، خدا گواہ ہے کہ نہ میں جھوٹ بولوں گی، نہ کجروی اختیار کروں گی، اور نہ کسی بات کا اضافہ کروں گی، چنانچہ جب آنحضور ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے عرض کی، یا نبی اللہ ﷺ! عمرؓ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں، آنحضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ پھر تم نے انہیں کیا جواب دیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے انہیں یہ جواب دیا تھا۔ آں حضور ﷺ نے اس پر فرمایا کہ وہ تم سے زیادہ مجھ سے قریب نہیں ہیں، انہیں اور ان کے ساتھیوں کو صرف ایک ہجرت حاصل ہوئی اور تم کشتی والوں نے دو ہجرتوں کا شرف حاصل کیا، انہوں نے بیان کیا کہ اس واقعہ کے بعد ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور تمام کشتی والے میرے پاس گروہ در گروہ آنے لگے اور مجھ سے اس حدیث کے متعلق پوچھنے لگے، ان کے لئے دنیا میں آں حضور ﷺ کے ان کے متعلق اس ارشاد سے زیادہ خوش کن اور باعث فخر اور کوئی چیز نہیں تھی، ابوبردہؓ کہتے ہیں کہ حضرت اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوموسیٰؓ مجھ سے اس حدیث کو بار بار سنتے تھے۔

[اخرجه البخاری (۴۲۳۰)، و مسلم (۲۵۰۲)]

فائدہ

اس حدیث مبارک سے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ، حضرت اسماء بنت عمیسؓ اور ان کشتی والوں کے فضائل ومناقب معلوم ہوتے ہیں۔

(۴۸) حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دس

جاسوس بھیجے اور ان کا امیر عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو بنایا جو عاصم بن عمر بن خطاب
کے نانا ہوتے ہیں، جب یہ لوگ عسفان اور مکہ کے درمیان مقام ہدہ پر پہنچے تو بنی ہذیل
کے ایک قبیلہ کو ان کے آنے کی اطلاع مل گئی، اس قبیلہ کا نام بنولحیان تھا، چنانچہ اس کے
تقریباً سو تیر انداز ان حضرات کی تلاش میں نکلے اور ان کے نشان قدم کے اندازے پر
چلنے لگے، آخر اس جگہ پہنچ گئے جہاں بیٹھ کر کھجوریں کھائی تھیں، انہوں نے کہا کہ یہ
یثرب (مدینہ منورہ) کی کھجور (کی گھٹلیاں) ہیں، اب پھر وہ ان کے نشان قدم کے
اندازے پر چلنے لگے، جب عاصم رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ان کی نقل و
حرکت کو محسوس کرلیا تو ایک جگہ پر پناہ لی، قبیلہ والوں نے انہیں اپنے گھیرے میں لے لیا
اور کہا کہ نیچے اتر آؤ اور ہماری حراست خود سے قبول کرلو تو تم سے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ
تمہارے کسی فرد کو بھی ہم قتل نہیں کریں گے، عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں
کسی کافر کی پناہ میں نہیں اتر سکتا، پھر آپ نے دعا کی: ''اے اللہ! ہمارے حالات کی
اطلاع اپنے نبی ﷺ کو کر دیجئے۔'' آخر قبیلہ والوں نے مسلمانوں پر تیراندازی کی اور
حضرت عاصمؓ کو شہید کر دیا، بعد میں ان کے وعدہ پر تین صحابہ اترے، یہ حضرات
حضرت خبیب، زید بن دشنہ اور ایک تیسرے صحابی رضی اللہ عنہم تھے، قبیلہ والوں نے
جب ان حضرات پر قابو پالیا تو ان کی کمان سے تانت نکال کر اسی سے انہیں باندھ
دیا۔ تیسرے صحابی نے فرمایا کہ یہ تمہاری پہلی بدعہدی ہے، میں تمہارے ساتھ کبھی نہیں
جاسکتا، میرے لئے تو انہیں کی زندگی نمونہ و مثال ہے، آپ کا اشارہ ان حضرات کی
طرف تھا جو ابھی شہید کئے جا چکے تھے، کفار نے انہیں گھسیٹنا شروع کیا، اور زبردستی کی،
لیکن وہ کسی طرح ان کے ساتھ جانے پر تیار نہ ہوئے (تو انہوں نے ان کو بھی شہید کر
دیا) اور خبیب اور زید بن دشنہ رضی اللہ عنہما کو ساتھ لے کر گئے اور مکہ میں جا کر انہیں بیچ
دیا، یہ بدر کی لڑائی کے بعد کا واقعہ ہے، چنانچہ حارث بن عامر بن نوفل کے لڑکوں نے
خبیب رضی اللہ عنہ کو خرید لیا، آپ نے ہی بدر کی لڑائی میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا،
کچھ دنوں تک ان کے یہاں قید رہے، آخر انہوں نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا، انہیں

دنوں حارث کی کسی لڑکی سے آپ نے استرا مانگا، زیر ناف بال بنانے کے لئے، اس
نے دے دیا، اس وقت اس کا ایک چھوٹا سا بچہ اس کے پاس (کھیلتا ہوا) چلا گیا، اس
عورت کو خبر نہ ہوئی، پھر جب وہ آپ کی طرف آئی تو دیکھا کہ بچہ آپ کی ران پر بیٹھا
ہے اور استرا آپ کے ہاتھ میں ہے، یہ دیکھتے ہی وہ اس درجہ گھبرا گئی کہ خبیب رضی اللہ
عنہ نے اس کی گھبراہٹ کو محسوس کرلیا، اور فرمایا: کیا تمہیں اس بات کا خوف ہے کہ میں
اس بچے کو قتل کر دوں گا؟ یقین رکھو! میں ایسا ہرگز نہیں کرسکتا، وہ خاتون کہتی ہیں کہ خدا
کی قسم! میں نے کبھی کوئی قیدی حبیب رضی اللہ عنہ سے بہتر نہیں دیکھا، خدا گواہ ہے کہ
میں نے ایک دن انہیں انگور کے ایک خوشہ سے انگور کھاتے دیکھا جو ان کے ہاتھ میں
تھا، حالانکہ وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور مکہ میں اس وقت کوئی پھل
بھی نہیں تھا، وہ بیان کرتی تھی کہ وہ تو اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا رزق تھا جو اس نے
خبیب رضی اللہ عنہ کے لئے بھیجا تھا، پھر بنو حارث انہیں لے کر حرم سے باہر نکلے تو
خبیب رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دے دو،
انہوں نے اس کی اجازت دی تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا: خدا کی قسم! اگر
تمہیں یہ خیال نہ ہونے لگتا کہ میں گھراہٹ اور پریشانی کی وجہ سے (دیر تک نماز پڑھ
رہا ہوں) تو اور زیادہ دیر تک پڑھتا، پھر آپ نے دعا کی ''اے اللہ! ان میں سے ایک
ایک کو چن چن کر ہلاک کر اور ایک کو بھی باقی نہ چھوڑ اور یہ اشعار پڑھے:

ولست ابالی حین اقتل مسلماً — علی ای شق کان للہ مصرعی
وذلک فی ذات الالٰہ وان یشاء — یبارک علی اوصال شلوٍ ممزعٍ

''جب کہ میں بحالت اسلام قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے کوئی پرواہ
نہیں کہ اللہ کی راہ میں مجھے کسی بھی پہلو پر پچھاڑا جائے، اور یہ
صرف اللہ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے ہے، اگر وہ چاہے گا تو
میرے جسم کے ایک ایک جوڑ پر اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔''

اس کے بعد ابوسروعہ عقبہ بن حارث ان کی طرف بڑھا اور انہیں شہید کر دیا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے ہی سب سے پہلے ہر اس مسلمان کے لئے جسے قید کر کے قتل کیا جائے، دو رکعت نماز ادا کرنے کی سنت قائم کی ہے۔ قریش کے کچھ لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں تو ان کے پاس اپنے آدمی بھیجے تا کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ لائیں جس سے انہیں پہچانا جا سکے، کیونکہ آپ نے بھی بدر کی لڑائی میں ان کے ایک سردار کو قتل کیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی لاش پر بادل کی طرح شہد کی مکھیوں کے پرے بھیج دیئے اور انہوں نے آپؓ کے جسم کی کفار قریش کے ان فرستادوں سے حفاظت کی، چنانچہ وہ آپؓ کے جسم کا کوئی حصہ بھی نہ کاٹ سکے۔ [اخرجه البخاري (٦/ ١٦٥ فتح، و ابوداؤد (٢٦٦٠)]

فوائد حدیث

۱۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دشمن کی نگرانی اور جاسوسی کے لئے جاسوسی نظام قائم کرنا جائز ہے۔

۲۔ مسلمان پر لازم ہے کہ وہ لاچارگی کے وقت بھی دشمن کا تندہی سے مقابلہ کرے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نیک مومن بندے کی اس کی وفات کے بعد بھی حفاظت کیا کرتے ہیں۔

۴۔ کفار اور مشرکین کے ساتھ بھی معاہدہ کو نبھانا چاہئے۔ اور ان کی اولاد کو قتل کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔

۵۔ اولیاء اللہ کی کرامات کا اثبات ہوا۔

۶۔ مشرکین کے خلاف عمومی انداز میں بددعا کرنا جائز ہے۔

۷۔ قتل کئے جانے کے وقت نماز پڑھنا بہتر ہے۔

۸۔ نیز اس وقت شعر گوئی وغیرہ بھی جائز ہے۔

۹۔ اللہ عزوجل کی ذات پر پختہ و کامل یقین ہونا چاہئے۔

۱۰۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کو کبھی اجر و ثواب عطا کرنے کے لئے آزمائش میں ڈالتے ہیں۔

۱۱۔ مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے اور اس کا ہر حالت میں احترام ضروری ہے خواہ وہ زندہ ہو یا وفات پا چکا ہو۔

(۴۹) سونے کا گھڑا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ایک آدمی نے دوسرے سے ایک زمین خریدی تو خریدار کو اس زمین میں سونے کا ایک گھڑا ملا، خریدنے والے نے اس سے کہا کہ اپنا سونا لے لو، میں نے تو تم سے زمین خریدی تھی، یہ سونا نہیں خریدا تھا، زمین کے مالک نے کہا کہ میں نے وہ زمین ان تمام چیزوں سمیت تجھے بیچ دی تھی۔ جو اس زمین کے اندر ہیں، دونوں اپنا مقدمہ ایک آدمی کے پاس لے کر گئے، اس نے پوچھا کہ کیا تم صاحب اولاد ہو؟ ان میں سے ایک نے کہا کہ میرا ایک لڑکا ہے، دوسرے نے کہا کہ میری ایک بیٹی ہے، اس نے کہا کہ تم ان کا نکاح کر دو اور اس مال کو اس میں خرچ کر دو اور جو بچ جائے اسے صدقہ کر دو۔"

[اخرجه البخاري (٣٤٧٢) و مسلم (١٧٢١)]

فوائد حدیث

۱۔ بیع و شراء کا جواز معلوم ہوا۔

۲۔ زمین اور جائیداد کا فروخت کرنا درست ہے۔

۳۔ زمین کے اندر مال دفن کرنا جائز ہے البتہ ہماری شریعت میں اس وقت جائز ہوگا جب اس مال کی زکوٰۃ بھی دیتا رہے۔

۴۔ ثابت ہوا کہ فریقین کسی تیسرے کو اپنا ثالث بنا سکتے ہیں۔

۵۔ دو لڑنے والوں کے درمیان صلح صفائی کرا دینا جائز ہے۔

۶۔ اپنے آپ کو امانت داری ورع و پرہیز گاری اور خوش معاملگی جیسی صفات سے آراستہ و پیراستہ کرنا چاہئے۔

(۵۰) اخوت اسلامی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص اپنے بھائی کی زیارت (ملاقات) کے لئے دوسرے گاؤں روانہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بٹھا دیا، جب وہ شخص اس کے پاس پہنچا تو فرشتے نے اس سے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کہ میں اپنے بھائی کی زیارت کے لئے جا رہا ہوں جو اس گاؤں میں رہتا ہے، فرشتہ نے دریافت کیا کہ کیا تم اس کے کسی احسان کو چکانے کے لئے تو نہیں جا رہے ہو؟ اس آدمی نے کہا کہ نہیں، میں تو صرف اس لئے جا رہا ہوں کہ مجھے اس سے اللہ کے لئے محبت ہے، اس فرشتے نے اس پر کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا فرستادہ ہوں، یہ بتانے کے لئے کہ جس طرح تم اس سے اللہ کے لئے محبت رکھتے ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے محبت رکھتے ہیں۔''

[اخرجه مسلم (۲۵۶۷)]

فوائد حدیث

۱۔ حب فی اللہ کی فضیلت معلوم ہوئی، نیز یہ کہ یہ چیز محبت باری تعالیٰ کا سبب ہے۔

۲۔ نیک لوگوں کی زیارت کے لئے جانا افضل عمل ہے۔

۳۔ کسی کی زیارت اور ملاقات کے لئے سفر کرنا جائز ہے۔

۴۔ نیز معلوم ہوا کہ انسانوں کا فرشتوں کو دیکھنا ممکن ہے۔

۵۔ پتہ چلا کہ فرشتے انسانی صورت اختیار کر سکتے ہیں۔

(۵۱) حضرت ابرہیمؑ اور ایک جابر حاکم کا قصہ

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی سارہؓ (ہجرت کر کے ملک شام کی طرف جا رہے تھے کہ ان) کا گزر ایک بڑے ظالم و جابر حاکم کے شہر سے ہوا، چنانچہ اس حاکم کو بتایا گیا کہ یہاں (اس شہر میں) ایک شخص آیا ہوا ہے جس کے ساتھ ایک نہایت حسین وجمیل عورت ہے، اس حاکم نے (یہ سنتے ہی) ایک گماشتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلانے کے لئے بھیجا، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے پاس پہنچے تو اس نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون عورت ہے اور تمہاری کیا لگتی ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ میری بہن ہے، پھر انہوں نے سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آ کر کہا کہ اگر اس ظالم کو معلوم ہو گیا کہ تم میری بیوی ہو تو تمہیں زبردستی مجھ سے چھین لے گا، پس اگر وہ تمہارے اور میرے تعلق کے بارے میں پوچھے تو اس کو بتانا کہ تم میری بہن ہو اور اس میں کوئی شبہ بھی نہیں کہ تم دین کے رشتہ سے میری بہن ہو، اس سرزمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی دوسرا مومن نہیں ہے، لہٰذا اس ظالم بادشاہ نے ایک گماشتہ بھیج کر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو طلب کیا اور ادھر تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اس کے پاس لے جائی گئیں ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے، سارہ رضی اللہ عنہا جب اس ظالم کے پاس پہنچیں تو اس نے ان پر ہاتھ ڈالنا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے سارہ رضی اللہ عنہا کی مدد کی اور وہ ظالم پکڑا گیا، ایک روایت میں ''فاخذ'' کے بجائے ''فغطّ'' کا لفظ بھی نقل کیا گیا ہے، (بہر حال) وہ زمین پر پیر مارنے لگا، پھر اس نے سارہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم خدا سے دعا کرو، میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا، چنانچہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی اور اس ظالم کی گوخلاصی ہو گئی، لیکن اس نے دوبارہ دست درازی کرنی چاہی اور پھر پہلے کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت (عتاب خداوندی میں) پکڑا گیا، اس نے پھر کہا کہ خدا سے

دعا کرو کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے اور میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس ظالم کی گو خلاصی ہوگئی، اس کے بعد اس ظالم نے اپنے دربانوں میں سے کسی کو بلایا اور کہا کہ تو میرے پاس انسان کو نہیں لایا ہے بلکہ تو کسی جن کو میرے پاس لے آیا ہے، پھر اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کے لئے ہاجرہ نام کی ایک لونڈی دی، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس واپس پہنچیں اور ان کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کافر کی بدنیتی کو اس کے سینہ میں لوٹا دیا اور اس نے خدمت کے لئے ہاجرہ کو میرے ساتھ کر دیا ہے۔

[اخرجه البخاری (۲۲۱۷) بلفظ آخر برقم (۳۳۵۸) و مسلم (۲۳۷۱)]

فوائد حدیث

۱۔ اخوت اسلامی کے قیام کا جواز معلوم ہوا۔
۲۔ جب جان کا خطرہ ہو تو خود کو پیش کر دینا مباح ہے۔
۳۔ ظالم اور غاصب حاکم کی اطاعت جائز ہے۔
۴۔ ظالم حاکم کا ہدیہ یا انعام قبول کرنا جائز ہے۔
۵۔ مشرک کا ہدیہ قبول کرنا درست ہے۔
۶۔ نیت خالص ہو تو دعا بھی قبول ہوتی ہے۔
۷۔ جو شخص نیک اعمال کے ساتھ مخلصانہ انداز میں دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی کفایت و حفاظت کرتے ہیں۔
۸۔ درجات کی بلندی کے لئے نیک لوگ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔
۹۔ جو شخص کسی بلا و مصیبت میں گرفتار ہو اسے چاہئے کہ نماز میں مشغول ہو۔
۱۰۔ معلوم ہوا کہ وضو کا حکم سابقہ امتوں میں بھی تھا (جیسا کہ مذکورہ حدیث کی بعض روایات میں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے وضو کرنے اور نماز پڑھنے کا ذکر بھی

آتا ہے)۔
۱۱۔ انبیاء و رسول علیہم السلام اپنی ازواج کے معاملہ میں معصوم ہوتے ہیں۔
۱۲۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت کو آگے بیان کرنا جائز ہے۔

(۵۲) حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا واقعہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "(ایک روز) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھڑے ہو کر بنی اسرائیل میں خطاب کیا تو آپ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ صاحب علم کون ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں ہوں، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کا عتاب ان پر ہوا کہ انہوں نے علم کو اللہ کے حوالہ کیوں نہ کر دیا، تب اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں میں سے ایک بندہ دو دریاؤں کے سنگھم پر ہے، وہ تجھ سے زیادہ صاحب علم ہے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے پروردگار! میری ان سے کیسے ملاقات ہو؟ حکم ہوا کہ ایک مچھلی توشے میں رکھ لو، پھر جب تم اس مچھلی کو گم کر دو تو وہ بندہ وہیں تمہیں ملے گا، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام چلے اور ساتھ میں اپنے خادم یوشع بن نون کو لے لیا اور انہوں نے توشے میں مچھلی رکھ لی، جب ایک پتھر کے پاس پہنچے تو دونوں اپنے سر اس پر رکھ کر سو گئے اور مچھلی توشہ دان سے نکل کر دریا میں اپنی راہ جا لگی، اور یہ بات موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی کے لئے تعجب انگیز تھی، پھر دونوں بقیہ رات اور دن میں چلتے رہے، جب صبح ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے خادم سے کہا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ، اس سفر میں ہم نے کافی تکلیف اٹھائی، اور موسیٰ علیہ السلام بالکل نہیں تھکے تھے، مگر جب اس جگہ سے آگے نکل گئے جہاں تک انہیں جانے کا حکم ملا تھا، تب ان کے خادم نے کہا کہ کیا آپ نے دیکھا تھا کہ جب ہم پتھر کے پاس ٹھہرے تھے تو میں مچھلی کو بھول گیا، موسیٰ علیہ السلام (یہ سن کر) بولے کہ یہی وہ جگہ ہے جس کی ہمیں تلاش تھی، تو وہ پچھلے پاؤں لوٹ گئے، جب پتھر تک پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص کپڑا اوڑھے ہوئے موجود ہے، موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کیا: خضر علیہ السلام

نے کہا کہ تمہاری سرزمین میں سلام کہاں؟ پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں موسیٰ علیہ السلام ہوں، خضر علیہ السلام بولے کہ بنی اسرائیل کے موسیٰ علیہ السلام؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں، پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کیا میں آپ کے ساتھ چل سکتا ہوں تا کہ آپ مجھے ہدایت کی وہ باتیں بتلائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھلائی ہیں؟ خضر علیہ السلام بولے کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ اے موسیٰ علیہ السلام! مجھے اللہ نے ایسا علم دیا ہے جسے تم نہیں جانتے اور تم کو جو علم دیا ہے اسے میں نہیں جانتا، (اس پر) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابر پاؤ گے، اور میں کسی بات میں آپ کی مخالفت نہیں کروں گا، پھر دونوں دریا کے کنارے کنارے پیدل چلے، ان کے پاس کوئی کشتی نہ تھی کہ ایک کشتی ان کے سامنے سے گزری تو کشتی والوں سے انہوں نے کہا کہ ہمیں بٹھالو، خضر علیہ السلام کو انہوں نے پہچان لیا اور بغیر کرایہ کے سوار کرلیا، اتنے میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی، پھر سمندر میں اس نے ایک دو چونچیں ماریں، خضر علیہ السلام بولے کہ اے موسیٰ علیہ السلام! میرے اور تمہارے علم نے اللہ کے علم میں سے اتنا ہی کم کیا ہوگا جتنا اس چڑیا نے سمندر (کے پانی) سے، پھر خضر علیہ السلام نے کشتی کے تختوں میں سے ایک تختہ نکال ڈالا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ان لوگوں نے تو ہمیں بغیر کرایہ کے سوار کیا اور آپ نے ان کی کشتی (کا تختہ) اکھاڑ دیا تاکہ یہ ڈوب جائیں، خضر علیہ السلام بولے کہ میں نے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے، (اس پر) موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ بھول پر میری گرفت نہ کریں، موسیٰ علیہ السلام نے بھول کر یہ پہلا اعتراض کیا تھا، پھر دونوں چلے، ایک لڑکا بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، خضر علیہ السلام نے اوپر سے اس کا سر پکڑ کر ہاتھ سے اسے لگ کر دیا، موسیٰ علیہ السلام بول پڑے کہ تم نے ایک بے گناہ کو بغیر کسی جانی حق کے مار ڈالا، خضر علیہ السلام بولے کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے؟ پھر دونوں چلتے رہے حتیٰ کہ ایک گاؤں والوں کے پاس آئے، ان سے کھانا لینا چاہا، انہوں نے کھانا کھلانے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے وہیں

دیکھا کہ ایک دیوار اسی گاؤں میں گرنے کے قریب تھی، خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اسے سیدھا کر دیا، موسیٰ علیہ السلام بول پڑے کہ اگر آپ چاہتے تو اس کام کی مزدوری لے سکتے تھے؟ خضر علیہ السلام نے کہا کہ (بس اب) ہم تم میں جدائی کا وقت آ گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے، ہماری تمنا تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کچھ دیر اور صبر کرتے تو مزید واقعات ان دونوں کے بیان کیے جاتے۔" [اخرجہ البخاری (۱۲۲) و مسلم (۲۳۸۰)]

فوائد حدیث

۱۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی عالم اور فاضل شخص کی خدمت بجالائے اور اس کی ضرورت کو پورا کردے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۲۔ اس حدیث سے علم میں عاجزی اختیار کرنے کی ترغیب معلوم ہوئی کہ دعویٰ نہ کرے کہ میں سب سے بڑا عالم ہوں، بلکہ یوں کہے کہ اللہ اعلم، یعنی اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے۔

۳۔ احکام شریعت کو بلاچون و چرا قبول کرنا چاہیے، اگرچہ بعض احکام کی حکمتیں سمجھ میں نہ آئیں۔

۴۔ علم کی تلاش میں سفر کرنا مستحب ہے۔

۵۔ علماء و مشائخ کا ادب کرنا چاہیے۔

۶۔ اولیاء اللہ کی کرامات ثابت ہوئیں۔

۷۔ ضرورت کے وقت کھانا مانگنا جائز ہے۔

۸۔ کشتی کو کرایہ داری کے لئے دینا اور مالک کی اجازت اور رضامندی سے بغیر کرایہ کے کشتی اور دوسرے جانوروں کی سواری، گھر کی رہائش اور لباس وغیرہ استعمال کرنا جائز ہے۔

۹۔ حکم کا مدار ظاہری احوال پر ہے جب تک کہ اس کے خلاف امر ظاہر نہ ہو۔

۱۰۔ جب دو قسم کے مفاسد سے دوچار ہو تو بڑی خرابی سے بچنے کے لئے چھوٹی خرابی کا ارتکاب کر لے۔

۱۱۔ وعظ و ارشاد اور سوال و جواب کا تبادلہ جائز ہے۔

۱۲۔ بندوں کو ان ہی باتوں کا علم ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ ان کو سکھلا دیں، خواہ وہ انبیاء علیہم السلام ہوں۔

۱۳۔ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی بھول چوک، تعجب و تکان، بھوک و پیاس اور نیند وغیرہ (چیزیں) پیش آتی ہیں۔

۱۴۔ اپنے خادم اور ساتھی کے ساتھ رفق اور نرمی کا برتاؤ کرنا چاہئے۔

۱۵۔ کوئی انسان شیطانی وساوس سے خالی نہیں ہے۔

۱۶۔ خبر واحد معتبر ہے۔

(۵۳) حضرت آدمؑ اور حضرت موسیٰؑ کا مباحثہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا مباحثہ ہوا، موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ اے آدم علیہ السلام! آپ ہمارے باپ ہیں، آپ نے ہمیں محروم کر دیا اور جنت سے نکلوا دیا، آدم علیہ السلام نے ان سے کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ہمکلامی کا شرف عطا کیا اور اپنے دست قدرت سے تیرے خد و خال بنائے، کیا تم مجھے ایسی بات پر ملامت کرتے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے چالیس سال پہلے ہی مقدر کر دیا تھا؟ پس آدم، موسیٰ علیہما السلام پر غالب آ گئے، پس آدم، موسیٰ علیہما السلام پر غالب آ گئے پس آدم، موسیٰ علیہما السلام پر غالب آ گئے۔‘‘

[اخرجه البخاری (۳۴۰۷) و مسلم (۲۶۵۲)]

فوائد حدیث

۱۔ پیچیدہ مسائل میں صالحین کا آپس میں بحث مباحثہ کرنا جائز ہے۔

۲۔ ہر مناظر کو چاہئے کہ اپنے ساتھی کے مقام و مرتبہ کا خیال اور پاس کرے۔

۳۔ فرقہ قدریہ کے نظریہ کی تردید ہوئی، جو تقدیر کے منکر ہیں۔

۴۔ بسا اوقات ایک برائی بہت سی نیکیوں کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

۵۔ جو شخص گناہ سے توبہ کر چکا ہو یا اس سے کوئی کام نادانستہ طور پر یا بھول سے سرزد ہو جائے تو اسے ملامت اور طعن کا نشانہ نہیں بنانا چاہئے۔

(۵۴) دجال کا واقعہ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (ایک دن) میں رسول اللہ ﷺ کے مؤذن کی یہ آواز ’’الصلوٰۃ جامعۃ‘‘ سن کر مسجد پہنچی اور پھر میں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آنحضرت ﷺ نماز سے فارغ ہونے کے بعد منبر پر تشریف فرما ہوئے اس وقت آپ ﷺ کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے جہاں نماز پڑھی ہے وہیں بیٹھا رہے، پھر فرمایا کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ’’خدا کی قسم! میں نے تمہیں نہ تو کسی مرغوب چیز کے لئے جمع کیا ہے اور نہ کسی دہشت ناک چیز کے لئے، بلکہ میں نے تمہیں اس لئے جمع کیا ہے کہ تمیم داری، جو ایک نصرانی شخص تھا، آیا اور مسلمان ہوا اور اس نے مجھے ایک ایسا واقعہ سنایا جو مسیح دجال کے بارے میں ان باتوں کے مطابق ہے جو میں تمہیں بتایا کرتا ہوں۔ مجھ سے تمیم داری نے بیان کیا کہ وہ ایک دن قبیلۂ جذام اور لخم کے تیس آدمیوں کے ساتھ ایک بحری کشتی میں سوار ہو کر روانہ ہوا تو پانی کی موج ایک مہینہ تک کشتی کے سواروں سے کھیلتی رہی (یعنی کشتی مسلسل ایک مہینہ

تک بحری موج میں گھری رہی اور اس کے سوار منزل مقصود تک نہ پہنچ سکے) یہاں تک کہ اس موج نے کشتی کو ایک دن غروب آفتاب کے وقت ایک جزیرہ کے قریب پہنچا دیا اور سارے سوار ان چھوٹی کشتیوں میں جو بڑی کشتی کے ساتھ تھیں بیٹھ کر اس جزیرہ میں پہنچ گئے۔ وہاں انہیں ایک ایسا چوپایہ ملا جو بہت بالوں والا تھا۔ بالوں کی کثرت کی وجہ سے اس کا آگا پیچھا معلوم نہیں ہوتا تھا، لوگوں نے اس کو دیکھ کر بڑی حیرت سے کہا کہ تجھ پر افسوس! تو کون ہے؟ اور کیا چیز ہے؟ اس چوپایہ نے جواب دیا کہ میں جاسوس اور خبر رساں ہوں، تم لوگ میرے ساتھ اس شخص کے پاس چلو جو ''دیر'' میں ہے، کیونکہ اسے تمہاری خبریں سننے کا بہت شوق ہے۔ تمیم داریؓ نے بیان کیا کہ جب اس چوپایہ نے ہم سے ایک شخص کا ذکر کیا تو ہمیں بڑا ڈر لگا کہ وہ شخص کہیں انسان کی شکل وصورت میں شیطان نہ ہو، بہرحال! ہم تیزی کے ساتھ چل پڑے اور جب ''دیر'' میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک سب سے بڑے ڈیل ڈول والا اور نہایت خوفناک آدمی موجود ہے، اس جیسی شکل وصورت کا آدمی ہم نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، وہ نہایت مضبوط اس طرح بندھا ہوا تھا کہ اس کے ہاتھ گردن تک اور گھٹنوں کے درمیان سے ٹخنوں تک لوہے کی زنجیر سے جکڑے ہوئے تھے، ہم نے کہا کہ تجھ پر افسوس ہے، تو کون ہے؟ اور کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ (جب تم نے مجھ کو پالیا اور معلوم کر ہی لیا ہے تو میں تم سے اپنے بارے میں کچھ نہیں چھپاؤں گا، لیکن پہلے) مجھے اپنے بارے میں بتاؤ کہ تم کون ہو؟ ہمارے لوگوں نے اسے بتایا کہ ہم عرب کے لوگ ہیں بحری کشتی میں سوار ہوئے تھے کہ سمندری طوفان نے ہمیں ایک مہینہ تک گھیرے رکھا (اور ہماری کشتی کو یہاں لا چھوڑا) ہم اس جزیرہ پر اتر گئے یہاں ہمیں ایک بالوں والا چوپایہ ملا اور اس نے کہا کہ میں جاسوس ہوں، تم لوگ اس شخص کے پاس جاؤ جو ''دیر'' میں موجود ہے، چنانچہ ہم بڑی تیزی سے تمہارے پاس چلے آئے، اس نے کہا کہ اچھا، مجھے یہ بتاؤ کہ بیسان میں کھجوروں کے جو درخت ہیں ان پر پھل آتے ہیں یا نہیں؟ ہم نے کہا کہ ہاں پھل آتے ہیں اس نے کہا کہ جان لو! جلد ہی وہ زمانہ آنے والا ہے جب بیسان کے کھجور

کے درختوں پر پھل نہیں آئیں گے، اس نے کہا کہ اب مجھے بحیرۂ طبریہ کے بارے میں بتاؤ کہ آیا اس میں پانی ہے یا نہیں؟ ہم نے کہا کہ اس میں تو بہت پانی ہے، اس نے کہا کہ عنقریب اس کا پانی ختم ہو جائے گا، پھر اس نے پوچھا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ زغر کے چشمہ میں پانی ہے یا نہیں؟ اور وہاں کے لوگ اس چشمہ کے پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ ہاں، اس چشمہ میں بہت پانی ہے اور وہاں کے لوگ اسی پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں، اس کے بعد اس نے کہا کہ اب مجھے امیوں یعنی اہل عرب کے نبی ﷺ کے بارے میں بتاؤ، اس نے کیا کیا؟ ہم نے کہا کہ اس نے مکہ چھوڑ دیا ہے اور اب یثرب (مدینہ) کو ہجرت کر گئے ہیں، اس نے پوچھا کہ کیا عرب کے لوگ ان سے لڑے ہیں؟ ہم نے کہا کہ ہاں، پھر اس نے پوچھا کہ انہوں نے اہل عرب سے کیا معاملہ کیا؟ ہم نے اس کو بتایا کہ وہ نبی ﷺ ان عربوں پر غالب آ گئے ہیں جو ان کے قریب ہیں اور انہوں نے ان کی اطاعت اختیار کر لی ہے اس نے کہا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ان لوگوں کا ان کی اطاعت کرنا ہی ان کے لئے بہتر ہے اور اب میں تمہیں اپنے بارے میں بتاتا ہوں، میں درحقیقت مسیح یعنی دجال ہوں۔ وہ زمانہ جلد ہی آنے والا ہے جب مجھے نکلنے کی اجازت مل جائے گی۔ اس وقت میں نکلوں گا اور چالیس دنوں تک زمین پر پھروں گا، یہاں تک کہ کوئی آبادی ایسی نہیں چھوڑوں گا جس میں داخل نہیں ہوں گا، سوائے مکہ اور طیبہ یعنی مدینہ کے، یہ دونوں شہر مجھ پر حرام قرار دیئے گئے ہیں، جب میں ان دونوں شہروں میں سے کسی شہر میں داخل ہونا چاہوں گا تو میرے سامنے ایک فرشتہ آ جائے گا جس کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہوگی وہ فرشتہ مجھ کو اس شہر میں داخل ہونے نہیں دے گا، حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک شہر کے تمام راستوں پر فرشتے مامور ہیں جو اس شہر کی نگہبانی کرتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا عصا مبارک منبر پر مار کر یہ فرمایا کہ یہ ہے طیبہ، یہ ہے طیبہ، یہ ہے طیبہ، یعنی مدینہ، (پھر فرمایا) یاد رکھو! کیا میں تمہیں یہی بات نہیں بتایا کرتا تھا؟ صحابہ کرامؓ نے کہا کہ ہاں، (اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا) جان لو! دجال شام کے سمندر میں ہے

یا یمن کے سمندر میں، نہیں بلکہ وہ مشرق کی جانب سے نکلے گا۔ یہ فرما کر آپ ﷺ نے ہاتھ سے مشرق کی جانب اشارہ کیا۔'' [اخرجه مسلم (۲۹۴۲) و ابو داؤد (۴۳۵۲)]

(۵۵) دجال اور یاجوج ماجوج کا خروج اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم ﷺ نے دجال کا ذکر کیا، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر دجال نکلے اور (بالفرض) میں تمہارے درمیان موجود ہوں تو میں اس سے تمہارے سامنے جھگڑوں گا (اور اس پر غالب آؤں گا) اور اگر دجال اس وقت نکلا جب میں نہ ہوں گا تو پھر تم میں سے ہر شخص اپنی ذات کی طرف سے اس سے جھگڑنے والا ہوگا اور میرا وکیل اور خلیفہ ہر مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ ہے، دجال جوان ہوگا، اس کے بال گھنگریالے ہوں گے اور اس کی آنکھ پھولی ہوئی ہوگی، گویا میں اس کو قطن کے بیٹے عبدالعزیٰ سے تشبیہ دے سکتا ہوں، پس تم میں سے جو شخص اس کو پائے اس کو چاہیے کہ وہ اس کے سامنے سورۃ الکہف کی ابتدائی آیتیں پڑھے، کیونکہ وہ آیتیں تمہیں دجال کے فتنہ سے محفوظ رکھیں گی، (یاد رکھو) دجال اس راستہ سے نمودار ہوگا جو شام اور عراق کے درمیان واقع ہے۔ اور دائیں بائیں فساد پھیلائے گا، اے اللہ کے بندو! تم ثابت قدم رہنا، (راوی کہتے ہیں کہ) ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! وہ کتنے دن زمین پر رہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ چالیس دن، (ان میں سے) ایک دن تو ایک سال کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک مہینے کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی دن تمہارے دنوں کے مطابق ہوں گے'' ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ان دنوں میں سے جو ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا کیا اس روز ہماری ایک دن کی نماز کافی ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ نماز پڑھنے کے لئے ایک دن کا حساب لگانا ہوگا، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ

زمین پر کتنا زیادہ تیز چلے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اس ابر کی مانند تیز رفتار ہوگا جس کے پیچھے ہوا ہو، وہ ایک قوم کے پاس پہنچے گا اور اس کو اپنی دعوت دے گا، لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے، پھر وہ ابر کو بارش برسانے کا حکم دے گا تو ابر بارش برسائے گا اور زمین کو سبزہ اگانے کا حکم دے گا تو زمین سبزہ اگائے گی، پھر جب شام کو اس قوم کے مویشی آئیں گے جو چرنے کے لئے صبح کے قوت جنگل و بیابان گئے تھے تو ان کے کوہان بڑے بڑے ہو جائیں گے اور ان کی کوکھیں تن جائیں گی پھر اس کے بعد دجال ایک اور قوم کے پاس پہنچے گا اور ان کو اپنی دعوت دے گا لیکن اس قوم کے لوگ اس کی دعوت کو رد کر دیں گے۔ اور وہ ان کے پاس سے چلا جائے گا، پھر اس قوم کے لوگ قحط اور خشک سالی کا شکار ہو جائیں گے، یہاں تک کہ وہ مال و اسباب سے بالکل تہی دست ہو جائیں گے، اس کے بعد دجال ایک ویران جگہ پر سے گزرے گا اور اس کو حکم دے گا کہ وہ اپنے خزانوں کو نکال دے، چنانچہ وہ خزانے اس طرح اس کے پیچھے پیچھے ہولیں گے جس طرح شہد کی مکھیوں کے سردار ہوتے ہیں پھر دجال ایک شخص کو جو جوانی سے بھرپور ہوگا، اپنی طرف بلائے گا اور (وہ انکار کر دے گا تو) وہ اس پر تلوار کا ایسا ہاتھ مارے گا کہ اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے جیسا کہ تیر نشانہ پر پھینکا جاتا ہے، اس کے بعد دجال اس نوجوان (کے جسم کے ان ٹکڑوں) کو بلائے گا، چنانچہ وہ زندہ ہو کر دجال کی طرف متوجہ ہوگا اور اس وقت اس کا چہرہ نہایت بشاش، روشن اور کھلا ہوا ہوگا، غرضیکہ دجال کی فریب کاریاں جاری ہوں گی کہ اچانک اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام کو نازل فرمائے گا جو دمشق کے مشرقی جانب کے سفید منارے پر سے اتریں گے، اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوں گے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے نازل ہوں گے، وہ جس وقت اپنا سر جھکائیں گے تو پسینہ ٹپکے گا اور جب سر اٹھائیں گے تو ان کے سر پر چاندی کے دانوں کی مانند قطرے گریں گے جو موتیوں کی طرح ہوں گے۔ یہ ناممکن ہوگا کہ کسی کافر تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس کی ہوا پہنچے اور وہ مر نہ جائے، اور ان کے سانس کی ہوا ان کی حد نظر تک جائے گی، پھر حضرت

عیسیٰ علیہ السلام، دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ وہ اس کو باب لد پر پائیں گے، اور قتل کر ڈالیں گے، اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وہ لوگ آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجال کے فتنہ سے محفوظ رکھا ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے چہروں سے گرد وغبار صاف کریں گے اور ان کو ان درجات کی بشارت دیں گے جو وہ جنت میں پائیں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی حال میں ہوں گے کہ اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس یہ وحی آئے گی کہ میں نے اپنے بہت سے بندے پیدا کئے ہیں جن سے لڑنے کی طاقت کوئی نہیں رکھتا، لہٰذا تم میرے بندوں کو جمع کر کے کوہ طور کے طرف لے جاؤ اور ان کی حفاظت کرو، پھر اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کو ظاہر کرے گا جو ہر بلند زمین کو پھلانگتے ہوئے اتریں گے اور دوڑیں گے، (ان کی تعداد اتنی زیادہ ہوگی کہ) جب ان کی پہلی جماعت بحیرہ طبریہ سے گزرے گی تو اس کا سارا پانی پی جائے گی، پھر جب اس کے بعد آنے والی جماعت کا وہاں سے گزر ہوگا تو کہے گی کہ اس میں کبھی پانی ہوتا تھا، اس کے بعد یاجوج ماجوج آگے بڑھیں گے، یہاں تک کہ "جبل خمر" تک پہنچیں گے جو بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے پھر کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو ختم کر دیا ہے، چلو، آسمان والوں کا خاتمہ کر دیں، چنانچہ وہ آسمان کی طرف اپنے تیر پھینکیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون آلود کر کے لوٹا دے گا، اس عرصہ میں خدا کے نبی اور ان کے رفقاء یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اس وقت کے مومن کوہ طور پر روکے رکھے جائیں گے اور ان کے لئے بیل کا سر تمہارے آج کے سو دیناروں سے بہتر ہوگا، چنانچہ اللہ کے نبی علیہ السلام اور ان کے ساتھی یاجوج ماجوج کی ہلاکت کیلئے دعا وزاری کریں گے، پس اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں نغف (کیڑے پڑ جانے کی بیماری) بھیجے گا جس سے وہ سب یکبارگی اس طرح مر جائیں گے جس طرح کوئی ایک شخص مر جاتا ہے، اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی پہاڑ سے زمین پر آئیں گے اور انہیں زمین پر ایک بالشت کا ٹکڑا بھی ایسا نہیں ملے گا جو یاجوج ماجوج کی چربی اور بدبو سے خالی ہو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تب اللہ تعالیٰ بختی

اونٹ کی گردن جیسی لمبی لمبی گردنوں والے پرندوں کو بھیجے گا جو یاجوج ماجوج کی لاشوں کو اٹھا کر جہاں اللہ کی مرضی ہوگی وہاں پھینک دیں گے، ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ پرندے ان کی لاشوں کو نہبل میں ڈال دیں گے اور مسلمان یاجوج و ماجوج کی کمانوں، تیروں اور ترکشوں کو سات سال تک جلاتے رہیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ایک زوردار بارش بھیجے گا جس سے کوئی بھی مکان خواہ وہ مٹی کا ہو یا پتھر کا اور خواہ صنوف کا ہو، نہیں بچے گا، وہ بارش زمین کو دھو کر آئینہ کی طرح صاف کر دے گی، پھر زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے پھلوں کو نکال اور اپنی برکت کو واپس لا، چنانچہ اس وقت دس سے لے کر چالیس آدمیوں تک کی پوری جماعت ایک انار کے پھل سے سیر ہو جائے گی اور اس انار کے چھلکے سے لوگ سایہ حاصل کریں گے۔ نیز دودھ میں برکت دی جائے گی، یہاں تک کہ دودھ دینے والی ایک اونٹنی لوگوں کی ایک بڑی جماعت کے لئے کافی ہوگی، دودھ دینے والی ایک گائے لوگوں کے ایک قبیلہ کے لئے کافی ہوگی اور دودھ دینے والی ایک بکری آدمیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کے لئے کافی ہوگی، بہر حال! لوگ اسی طرح کی خوش حال اور امن وچین کی زندگی گزار رہے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک خوشبودار ہوا بھیجے گا جو ان کی بغل کے نیچے کے حصے کو پکڑے گی اور پھر وہ ہوا ہر مومن آدمی کی روح قبض کر لے گی اور صرف بدکار و شریر لوگ دنیا میں باقی رہ جائیں گے جو آپس میں گدھوں کی طرح مختلط ہو جائیں گے۔ اور ان ہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔" [اخرجہ مسلم (۲۹۳۷) والترمذی (۲۲۴۰) وابن ماجہ (۴۱۲۶) واحمد (۴/۲۴۸)]

(۵۶) قیامت کا منظر

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم سورج اور چاند کو دیکھنے میں کوئی دشواری محسوس کرتے ہوئے جبکہ آسمان صاف ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ نہیں، آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ پھر اپنے رب

کے دیدار میں تمہیں دشواری پیش نہیں آئے گی، جس طرح سورج اور چاند کو دیکھنے میں پیش نہیں آتی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ ہر قوم اس کے ساتھ جائے جس کی وہ عبادت کرتی تھی، چنانچہ صلیب کے بچاری اپنی صلیب کے ساتھ، بتوں کے بچاری اپنے بتوں کے ساتھ اور تمام معبودان باطلہ کے پجاری اپنے معبودوں کے ساتھ چلے جائیں گے اور صرف وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو اللہ کی عبادت کرنے والے تھے، ان میں نیک و بد دونوں ہوں گے اور اہل کتاب کے کچھ باقی ماندہ ہوں گے، پھر دوزخ ان کے سامنے پیش کی جائے گی، وہ ایسی ہوگی جیسے ریت کا میدان ہوتا ہے، پھر یہود سے پوچھا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم عزیر بن اللہ کی عبادت کرتے تھے، انہیں جواب ملے گا کہ تم جھوٹے ہو، خدا تعالیٰ کی نہ بیوی ہے اور نہ کوئی اولاد، تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں سیراب کیا جائے؟ کیونکہ ہم پیاسے ہیں، ان سے کہا جائے گا کہ پیو، اور پھر وہ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے، پھر نصاریٰ سے کہا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم مسیح بن اللہ کی عبادت کرتے تھے، ان سے کہا جائے گا کہ تم جھوٹے ہو، اللہ کی نہ بیوی ہے اور نہ کوئی اولاد، اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم سیراب کئے جائیں؟ ان سے کہا جائے گا کہ پیو، اور انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا، یہاں تک کہ وہی لوگ باقی رہ جائیں گے جو اللہ کی عبادت کرتے تھے، نیک و بد دونوں، ان سے کہا جائے گا کہ تم لوگ کیوں رکے ہوئے ہو جبکہ سب لوگ جا چکے ہیں؟ وہ کہیں گے کہ ہم ان سے ایسے وقت جدا ہوئے کہ ہمیں ان کی بہت زیادہ ضرورت تھی اور ہم نے ایک آواز دینے والے کو سنا ہے کہ ہر قوم اس کے ساتھ ہو جائے جس کی وہ عبادت کرتی تھی، اور ہم اپنے رب کے منتظر ہیں، پھر اللہ جبار ان کے سامنے اس صورت کے علاوہ دوسری صورت میں آئے گا جس میں انہوں نے اسے پہلی مرتبہ دیکھا ہوگا اور کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں، لوگ کہیں گے کہ تو ہی ہمارا رب ہے، اس دن انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کوئی بات نہیں کرے گا، پھر پوچھے گا کہ کیا تمہیں اس کی کوئی

نشانی یاد ہے؟ وہ کہیں گے کہ "ساق" (پنڈلی)، پھر اللہ تعالیٰ اپنی ساق کو کھولے گا اور ہر مومن اس کے لئے سجدہ ریز ہو جائے گا، صرف وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو ریاکاری اور شہرت کے لئے اسے سجدہ کرتے تھے، وہ بھی سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن ان کی پیٹھ تختہ کی طرح ہو جائے گی، پھر انہیں پل پر لایا جائے گا، ہم نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! پل کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھسلنے اور گرنے کی جگہ ہے اس پر کانٹے اور آنکڑے ہوں گے اور چوڑے گوکھر ہوں گے اور ایسے مڑے ہوئے کانٹے ہوں گے جیسے نجد میں ہوتے ہیں، انہیں سعدان کہا جاتا ہے، مومن اس پر چشم زدن میں بجلی کی طرح، ہوا کی طرح، تیز رفتار گھوڑے اور سواری کی طرح گزر جائیں گے، ان میں بعض تو صحیح سلامت نجات پانے والے ہوں گے اور بعض جہنم کی آگ سے جھلس کر بچ نکلنے والے ہوں گے، یہاں تک کہ آخری شخص اس پر سے گھسٹتے ہوئے گزرے گا، تم آج مجھ سے حق کے معاملے میں اس قدر سخت نہیں ہو جیسا کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے سامنے مومن کریں گے اور جب وہ دیکھیں گے کہ اپنے بھائیوں میں سے انہیں نجات ملی ہے تو وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمارے بھائی بھی ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور ہمارے ساتھ روزہ رکھتے تھے اور ہمارے ساتھ دوسرے نیک اعمال کرتے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جاؤ اور جس کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی ایمان پاؤ اسے نکال لاؤ، اور اللہ تعالیٰ ان کی صورتوں کو دوزخ پر حرام کر دے گا، چنانچہ وہ آئیں گے اور دیکھیں گے کہ بعض کا تو جہنم میں قدم اور آدھی پنڈلی تباہ ہوئی ہے، چنانچہ جنہیں وہ پہچانیں گے نکالیں گے، پھر واپس آئیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ جاؤ اور جس کے دل میں آدھے دینار کے برابر بھی ایمان ہو، اسے نکال لو، چنانچہ جسے وہ پہچانتے ہوں گے اسے نکال لیں گے، پھر وہ واپس آئیں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جاؤ اور جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو اسے بھی نکال لاؤ، چنانچہ وہ پہچانے جانے والوں کو نکالیں گے۔

حضرت ابوسعیدؓ نے اس پر فرمایا کہ اگر تم میری تصدیق نہیں کرتے تو یہ آیت

پڑھو:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا﴾

''یعنی اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا، اگر نیکی ہے تو اسے بڑھاتا ہے۔''

پھر انبیاء علیہما السلام اور مومنین اور فرشتے شفاعت کریں گے اور اللہ جبار کا ارشاد ہوگا کہ میری شفاعت باقی رہ گئی ہے، چنانچہ جہنم سے ایک مٹھی بھرے گا اور ایسے لوگوں کو نکالے گا جو کوئلے ہوگئے ہوں گے، پھر وہ جنت کے سامنے ایک نہر میں ڈال دیئے جائیں گے جسے آب حیات کہا جاتا ہے اور یہ لوگ اس کے کنارے سے اس طرح اگ آئیں گے جس طرح سیلاب کے کوڑے کرکٹ سے سبزہ اگتا ہے، تم نے یہ منظر کسی چٹان کے یا کسی درخت کے کنارے دیکھا ہوگا تو جس پر دھوپ پڑتی ہے وہ سبز ہوتا ہے اور جس پر سایہ ہوتا ہے وہ سفید ہوتا ہے، پھر وہ اس طرح نکلیں گے جیسے موتی۔ اس کے بعد ان کی گردنوں میں مہریں ڈال دی جائیں گی اور انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا، اہل جنت انہیں ''عتقاء الرحمٰن'' (رحم کرنے والے اللہ کے آزاد کردہ) کہیں گے، انہیں اللہ تعالیٰ نے بلا عمل کے جو انہوں نے کیا ہو اور بلا خیر کے جو ان سے صادر ہوئی ہو، جنت میں داخل کیا ہے، اور ان سے کہا جائے گا کہ تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جو تم دیکھتے ہو اور اتنا ہی اور وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا کی ہیں جو کسی کو بھی عطا نہیں کیں، اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیں گے کہ میرے پاس اس سے زیادہ افضل نعمت موجود ہے، وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ایسی کونسی چیز ہے جو سب سے افضل ہے، اللہ فرمائیں گے کہ میری رضا، اب میں کبھی بھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔'' [اخرجه البخاری (۷۴۳۹) و مسلم (۱۸۳)]

(۵۷) ﴿حضور اقدس ﷺ کا خواب مبارک﴾

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ :

باتیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے اکثر کیا کرتے تھے ان میں ایک بات یہ بھی تھی کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ پھر جو چاہتا اپنا خواب آنحضرت ﷺ سے بیان کرتا۔ ایک روز آں حضور ﷺ نے فرمایا کہ رات میرے پاس دو آنے والے آئے اور انہوں نے مجھے اٹھایا اور کہا کہ میرے ساتھ چلو، میں ان کے ساتھ چل دیا، پھر میں اور وہ، ایک لیٹے ہوئے شخص کے پاس آئے جس کے پاس ایک دوسرا شخص پتھر لئے کھڑا تھا، وہ اس کے سر پر پتھر پھینک کر مارتا تو اس کا سر اس سے پھٹ جاتا، پتھر لڑھک کر دور چلا جاتا، لیکن وہ شخص پتھر کے پیچھے جاتا اور اسے اٹھا لاتا اور اس لیٹے ہوئے شخص تک پہنچنے سے پہلے ہی اس کا سر ٹھیک ہو جاتا جیسا کہ پہلے تھا، کھڑا شخص پھر اسی طرح پتھر اس پر مارتا اور وہی صورتیں پیش آتیں جو پہلے پیش آئی تھیں، آں حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ان دونوں سے پوچھا کہ سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ آگے بڑھو، فرمایا کہ پھر ہم آگے بڑھے اور ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو پیٹھ کے بل لیٹا ہوا تھا اور ایک شخص اس کے پاس لوہے کا آنکڑا لئے کھڑا ہے اور یہ اس کے چہرہ کی طرف آتا اور اس کے ایک جبڑے کو گدی تک چیرتا اور اس کی ناک کو گدی تک چیرتا اور اس کی آنکھ کو گدی تک چیرتا، پھر وہ دوسری جانب جاتا اور ادھر بھی اسی طرح کرتا جس طرح اس نے پہلی جانب کیا تھا، وہ ابھی دوسری جانب سے فارغ بھی نہ ہوتا تھا کہ پہلی جانب اپنی پہلی صحیح حالت میں لوٹ آتی، پھر دوبارہ وہ اسی طرح کرتا جس طرح اس نے پہلی مرتبہ کیا تھا، فرمایا کہ میں نے کہا: سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آگے بڑھو، چنانچہ ہم آگے بڑھے، پھر ہم ایک تنور جیسی چیز پر آئے، (راوی) کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ کہتے تھے کہ میں نے شور اور آوازیں سنی تھی، فرمایا کہ پھر ہم نے اس میں جھانکا تو اس کے اندر کچھ ننگے مرد اور عورتیں تھیں، اور ان کے نیچے سے آگ کی لپیٹ آتی تھی، جب آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لیتی تو وہ چلانے لگتے، فرمایا کہ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آگے چلو، فرمایا کہ ہم آگے

چل دیئے اور ایک نہر پر آئے، میرا خیال ہے کہ آپ نے کہا کہ وہ خون کی طرح سرخ تھی اور اس نہر میں ایک شخص تیر رہا تھا اور نہر کے کنارے ایک دوسرا شخص تھا جس نے اپنے پاس بہت سے پتھر جمع کر رکھے تھے، اور تیرنے والا تیرتا ہوا جب اس شخص کے پاس پہنچتا جس نے پتھر جمع کر رکھے تھے تو یہ اپنا منہ کھول دیتا اور کنارے والا شخص اس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا، پھر وہ تیرنے لگتا اور پھر اس کے پاس لوٹ کر آتا اور جب بھی اس کے پاس آتا تو وہ اپنا منہ پھیلا دیتا اور یہ اس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا، فرمایا کہ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ فرمایا کہ انہوں نے کہا کہ آگے چلو، فرمایا کہ پھر ہم آگے بڑھے اور ایک نہایت بدصورت آدمی کے پاس پہنچے جتنے بدصورت تم نے دیکھے ہوں گے ان میں سب سے زیادہ بدصورت، اس کے پاس آگ جل رہی تھی اور وہ اسے جلا رہا تھا اور اس کے ارد گرد دوڑتا تھا، فرمایا کہ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے مجھ سے کہا کہ چلو چلو، ہم آگے بڑھے اور ایسے باغ میں پہنچے جو ہرا بھرا تھا اور اس میں موسم بہار کے سب پھول تھے، اس باغ کے درمیان میں ایک بہت لمبا شخص تھا، اتنا لمبا تھا کہ میرے لئے اس کا سر دیکھنا مشکل تھا کہ وہ آسمان سے باتیں کرتا تھا اور اس شخص کے چاروں طرف بہت سے بچے تھے کہ اتنے کبھی نہ دیکھے تھے، فرمایا کہ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ فرمایا کہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ چلو چلو، فرمایا کہ پھر ہم آگے بڑھے اور ایک عظیم الشان باغ تک پہنچے، میں نے اتنا بڑا اور اتنا خوبصورت باغ کبھی نہیں دیکھا تھا، ان دونوں نے کہا کہ ان پر چڑھیئے، ہم اس پر چڑھے تو ایک ایسا شہر دکھائی دیا جو اس طرح بنا تھا کہ اس کی ایک اینٹ سونے کی تھی اور ایک اینٹ چاندی کی، ہم شہر کے دروازے پر آئے تو ہم نے اسے کھلوایا، وہ ہمارے لئے کھولا گیا، اور ہم اس میں داخل ہوئے، ہم نے ایسے لوگوں سے ملاقات کی جن کے جسم کا نصف حصہ نہایت خوبصورت تھا اور دوسرا حصہ نہایت بدصورت تھا، فرمایا کہ ان دونوں ساتھیوں نے ان لوگوں سے کہا کہ جاؤ اور اس نہر میں کود جاؤ، ایک نہر سامنے بہہ رہی تھی، اس کا پانی انتہائی سفید تھا، وہ لوگ گئے اور اس میں کود گئے، پھر

ہمارے پاس لوٹ کر آئے تو ان کا پہلا عیب جا چکا تھا اور اب وہ نہایت خوبصورت ہو گئے تھے، فرمایا کہ ان دونوں نے کہا کہ یہ جنت عدن ہے اور یہ آپ ﷺ کی منزل ہے، فرمایا کہ میری نظر اوپر کی طرف اٹھی تو سفید بادل کی طرح ایک محل نظر آیا، فرمایا کہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہ آپ ﷺ کی منزل ہے، فرمایا کہ میں نے ان سے کہا، اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے، مجھے اس میں داخل ہونے دو، انہوں نے کہا کہ اس وقت تو آپ ﷺ نہیں جا سکتے، لیکن آپ ﷺ اس میں ضرور جائیں گے، فرمایا کہ میں نے ان سے کہا کہ آج رات میں نے عجیب وغریب چیزیں دیکھیں؟ یہ چیزیں کیا تھیں جو میں نے دیکھی ہیں؟ فرمایا کہ انہوں نے مجھ سے کہا، ہم آپ ﷺ کو بتائیں گے، پہلا شخص جس کے پاس آپ ﷺ گئے تھے اور جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا، یہ وہ شخص ہے جو قرآن سیکھتا ہے پھر اسے چھوڑ دیتا ہے، اور فرض نماز چھوڑ کر سو رہتا ہے، اور وہ شخص جس کے پاس آپ ﷺ گئے تھے اور جس کا جبڑا گدی تک اور ناک گدی تک چیری جا رہی تھی، یہ وہ شخص ہے جو صبح اپنے گھر سے نکلتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے جو دنیا میں پھیل جاتا ہے اور وہ ننگے مرد اور عورتیں جو تنور جیسی چیزیں آپ ﷺ نے دیکھیں وہ زنا کار مرد اور عورتیں ہیں، وہ شخص جس کے پاس آپ ﷺ اس حال میں گئے کہ وہ نہر میں تیر رہا ہے اور اس کے منہ میں پتھر ڈالا جاتا ہے وہ سود خور ہے اور وہ شخص جو کریہ المنظر ہے اور جہنم کی آگ بھڑکا رہا ہے اور اس کے گرد دوڑ رہا ہے، وہ جہنم کا داروغہ ہے، اور وہ لمبا شخص جو باغ میں نظر آیا وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں اور جو بچے ان کے ارد گرد نظر آئے وہ اصل میں وہ بچے ہیں جو (بچپن ہی میں) فطرت پر مر گئے تھے، (راوی کا) بیان ہے کہ اس پر بعض مسلمانوں نے کہا کہ مشرکین کے بچوں کا کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مشرکین کے بچے بھی، اور وہ لوگ جن کا آدھا جسم خوبصورت اور آدھا بدصورت تھا تو یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اچھے عمل کے ساتھ برے عمل بھی کئے، اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہ معاف کر دیئے۔"

[اخرجہ البخاری (۷۰۴۷)]

فوائد حدیث

۱۔ اس حدیث پاک سے (بظاہر) یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسراء کا وقوع بیداری اور خواب میں کئی بار ہوا ہے۔

۲۔ بعض نافرمانوں کو برزخ میں عذاب ہوتا ہے۔

۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم کی ایک نوع یہ ہے کہ پہلے بات اجمالاً بیان کی جائے پھر اس کی تفصیل ذکر کی جائے۔

۴۔ فرض نماز سے غفلت برتنا عذاب خداوندی کا موجب ہے۔

۵۔ قرآن کو یاد کر کے بھلا دینا قابل سزا جرم ہے۔

۶۔ زنا کاری، سود خوری اور کذب بیانی سخت گناہ ہیں، ان سے بچنا چاہئے۔

۷۔ دنیا میں رہتے ہوئے انسان، جنت کے محل میں نہیں جا سکتا، بلکہ وفات کے بعد ہی جائے گا۔

۸۔ اس حدیث سے طلب علم کی ترغیب معلوم ہوئی۔

۹۔ شہداء کی فضیلت معلوم ہوئی کہ ان کے لئے جنت میں اعلیٰ درجات ہوں گے،

۱۰۔ جس کے اچھے اور برے اعمال برابر ہوئے اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا، (ان شاء اللہ)۔

۱۱۔ خواب کے متعلق لوگوں سے پوچھنا چاہئے اور ان کو اس کی تعبیر بتانی چاہئے، اور نماز فجر کے بعد یہ امر مستحب ہے۔

۱۲۔ جس نماز کے بعد سنن وغیرہ نہ ہوں ایسی نماز کے بعد امام کے لئے مستحب ہے کہ لوگوں کو مسائل وغیرہ بتانے کے لئے مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھے۔

(۵۸) ایک خوفناک مچھلی

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

نے ہمیں تین سو سواروں کے ساتھ بھیجا اور ہمارا امیر ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بنایا، تا کہ ہم قریش کے قافلہ تجارت کی گھات میں رہیں، کھجوروں کا ایک تھیلا زاد راہ کے طور پر ساتھ لے لیا، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایک کھجور ہمیں دیتے تھے، (راوی) کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ایک کھجور سے کیا ہوتا ہوگا؟ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ہم اس کو یوں چوستے تھے جیسے بچہ چوستا ہے، پھر اس پر پانی پی لیتے تھے، پس وہ کھجور پورے دن کے لئے کافی ہوتی تھی، (جب کھجوریں ختم ہو گئیں تو) ہم اپنی لاٹھیوں سے پتے جھاڑ کر انہیں پانی میں بھگو کے کھانے لگے، آخر ہم سمندر کے کنارے پہنچ گئے، اتفاق سے سمندر کے ساحل سے ہمیں ایک مچھلی ملی جو بڑے ریت کے ٹیلے کی مانند تھی، ہم اس کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ایک حیوان ہے جس کو عنبر کہتے تھے، حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا کہ یہ مردار ہے، پھر فرمایا کہ نہیں، ہم تو رسول کریم ﷺ کے قاصد اور پیغام رساں ہیں اور اللہ کے راستے میں ہیں اور پھر تم بے تابی کی حالت کو بھی پہنچ چکے ہو، اس لئے کھالو، (راوی کا) بیان ہے کہ ہم ایک ماہ تک (کھاتے) رہے، ہم تین سو افراد تھے، (ہم نے خوب کھایا کہ) ہم موٹے ہو گئے، (راوی) کہتے ہیں کہ ہم اس مچھلی کی آنکھ کے گڑھے سے تیل کے مٹکے نکالتے تھے اور بیل کے برابر گوشت کے ٹکڑے کرتے تھے، حضرت ابوعبیدہؓ نے تیرہ آدمی لے کر اس مچھلی کی آنکھ کے گڑھے میں بٹھائے (تو وہ بیٹھ گئے) اور اس مچھلی کی ایک پسلی کو کھڑا کیا اور سب سے بڑے کجاوے والے اونٹ کو اس کے نیچے سے گزارا (تو وہ گزر گیا)، پھر ہم نے اس کے گوشت کے پارچے کر کے خشک کیا اور زاد راہ کے طور پر اپنے ساتھ رکھ لیا، پھر جب ہم مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سارا واقعہ ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ظاہر کیا تھا، اگر تمہارے پاس اس میں سے کچھ بچا ہو تو مجھے بھی کھلاؤ'' چنانچہ ایک صاحب نے لا کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ ﷺ نے تناول فرمایا۔'' [اخرجه البخاری (۴۳۶۰) و مسلم (۱۹۳۵)]

فوائد حدیث

۱۔ اس حدیث سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دین کی خاطر سختیاں برداشت کرنا اور صبر و مشقتیں جھیلنا ظاہر ہوا۔

۲۔ جب کوئی لشکر یا جماعت بھوک و افلاس کی شکار ہو جائے تو آپس میں ہمدردی اور غمخواری کرنا پسندیدہ عمل ہے۔

۳۔ مل کر کھانا تناول کرنا نزول برکت کا سبب ہے۔

۴۔ اس سمندر سے خدا تعالیٰ کی عظیم نشانی کا ظہور ہوا۔

۵۔ اس عظیم مخلوق کے ظاہر ہونے سے اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت نمایاں ہوئی۔

۶۔ صحابہ کرامؓ کی ذکاوت و ذہانت اور فکری قوت ثابت ہوئی۔

۷۔ صحابہ کرامؓ کے ساتھ آنحضور ﷺ کی حسن معاشرت معلوم ہوئی۔

(۵۹) شفاعت کبریٰ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں (پکا ہوا) گوشت لایا گیا، اس میں سے دست کا گوشت آپ ﷺ کو پیش کیا گیا جو آپ ﷺ کو بہت پسند اور مرغوب تھا، آپ ﷺ نے اس میں سے دانتوں سے نوچ نوچ کر کھایا اور پھر فرمانے لگے کہ ”میں قیامت کے دن (جبکہ لوگ دو جہاں کے پروردگار کا فیصلہ سننے کے منتظر ہوں گے) تمام لوگوں کا سردار ہوں گا، اور کیا تم جانتے ہو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تم اگلے پچھلے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کریں گے اس طرح کہ آواز دینے والے کی آواز ہر جگہ سنی جا سکے گی اور دیکھنے والا سب کو ایک ساتھ دیکھ سکے گا اور سورج بالکل قریب ہو جائے گا، لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ دیکھتے نہیں کہ سب لوگ کیسی پریشانی میں مبتلا ہیں اور مصیبت کس حد تک پہنچ چکی ہے؟ آخر تم کسی ایسے شخص کو تلاش کیوں نہیں کرتے جو تمہارے

پروردگار سے تمہاری سفارش کر دے، چنانچہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے کہیں گے کہ اے آدم علیہ السلام! آپ انسانوں کے جد امجد ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تھا، اپنی روح آپ کے اندر پھونکی تھی، ملائکہ کو حکم دیا تھا اور انہوں نے آپ کو سجدہ کیا تھا، اور جنت میں آپ کو ٹھہرایا تھا، آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کر دیں، آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ ہم کس درجہ پریشانی میں مبتلا ہیں، وہ فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ آج اس درجہ غضبناک ہیں کہ کبھی اتنے غضبناک نہیں ہوئے تھے اور آئندہ کبھی اتنی غضبناک نہ ہوں گے، مجھے پہلے ہی درخت کے کھانے سے منع کر چکے تھے، لیکن میں اس حکم کو بجا نہ لایا، آج تو مجھے اپنی پڑی ہے (نفسی نفسی)، تم لوگ کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں، نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، چنانچہ سب لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے عرض کریں گے، اے نوح علیہ السلام! آپ روئے زمین پر سب سے پہلے پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ”عبد شکور“ کہہ کر پکارا ہے، آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ ہم کیسی مصیبت و پریشانی میں مبتلا ہیں، آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کر دیجئے، وہ بھی یہی جواب دیں گے میرا رب آج اس درجہ غضبناک ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنا غضبناک نہیں ہوا تھا اور نہ کبھی اس کے بعد اتنا غضبناک ہوگا، آج تو مجھے خود اپنی فکر ہے (نفسی نفسی) البتہ تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، چنانچہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں اور روئے زمین پر بسنے والے لوگوں میں سے اللہ کے خلیل (دوست) ہیں، آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ ہم کس درجہ پریشانی میں مبتلا ہیں، اور کس قدر مصیبت سے دوچار ہیں؟ ابراہیم علیہ السلام بھی ان کو یہی جواب دیں گے کہ میرا پروردگار! آج اس درجہ غضبناک ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنا غضبناک نہیں ہوا تھا اور نہ کبھی اس کے بعد اتنا غضبناک ہوگا، ابراہیم علیہ السلام اپنے جھوٹ کا ذکر کریں گے اور فرمائیں گے کہ مجھے تو خود اپنی جان کی پڑی ہے (نفسی نفسی)، ہاں البتہ تم کسی اور کے پاس جاؤ، تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں

گے اور ان سے کہیں گے کہ اے موسیٰ علیہ السلام! آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رسالت (پیغمبری) اور شرف ہم کلامی سے نوازا تھا، آپ ہی اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کر دیجئے، آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس درجہ پریشانی اور مصیبت میں مبتلا ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام بھی ان کو یہی جواب دیں گے کہ میرا رب آج اتنا غضبناک ہے اس سے پہلے کبھی اتنا غضبناک نہیں ہوا تھا اور نہ آئندہ اتنا غضبناک ہوگا، مجھ سے ایک شخص قتل ہوگیا تھا، حالانکہ اس کے قتل کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا، مجھے تو خود اپنی پڑی ہے (نفسی نفسی)، ہاں، تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، چنانچہ سب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہونگے اور ان سے عرض کریں گے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام! آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے گہوارہ میں لوگوں سے باتیں کیں، آپ کلمۃ اللہ ہیں اور روح اللہ ہیں، آپ ہی اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کر دیجئے، آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ ہم کیسی پریشانی اور مصیبت میں مبتلا ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان کو یہی کہیں گے کہ آج میرا رب جتنا غضبناک ہے، اس سے پہلے کبھی اتنا غضبناک نہیں ہوا تھا اور نہ آئندہ کبھی اتنا غضبناک ہوگا، مجھے تو خود اپنی جان کی پڑی ہے (نفسی نفسی)، ہاں البتہ تم کسی اور کے پاس جاؤ، حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ، پس لوگ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے محمد ﷺ! آپ، اللہ کے رسول ہیں، خاتم الانبیاء ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف کر دی ہیں، آپ ہی اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کر دیجئے، آپ ﷺ ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ آج ہم کس قدر پریشانی اور مصیبت میں مبتلا ہیں؟ (حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ) چنانچہ میں چلوں گا، اور عرش کے نیچے آؤں گا اور اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا، پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد وثناء کے وہ الفاظ اور اسلوب منکشف اور القاء کرے گا جو مجھ سے پہلے اس نے کسی پر منکشف اور القاء نہیں کیے ہوں گے، پھر کہا جائے گا کہ اے محمد ﷺ! اپنا سر اٹھاؤ، جو چاہتے ہو مانگو، عطا کیا جائے گا، اور شفاعت کرنا چاہتے ہو تو کرو میں قبول کروں گا، (یہ سن کر) میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا کہ میرے

پروردگار! میری امت میری امت، (یعنی ان کو بخش دیجئے) کہا جائے گا کہ اے محمد ﷺ! آپ ﷺ اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن سے حساب نہیں لیا جائے گا، جنت کے دائیں طرف کے دروازے سے جنت میں داخل کر دیجئے اور وہ لوگ اس دروازے کے علاوہ دوسرے دروازوں (کے استعمال کے حق میں بھی) لوگوں کے ساتھ شریک ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، جنت کے دروازوں میں سے ہر دروازہ کے دونوں کواڑوں کے درمیان کا فاصلہ اتنا ہے جتنا کہ مکہ اور ہجر یا فرمایا کہ مکہ اور بصریٰ کے درمیان ہے۔“ [اخرجہ البخاری (۳۳۴۲) و مسلم (۱۹۴)]

(۶۰) ﴿عالم برزخ میں عذاب اور راحت کا ذکر﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”مردہ کو جب قبر میں ڈال کر لوگ واپس آتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے، اگر وہ (مردہ) مومن ہوتا ہے تو نماز اس کے سر کے پاس، روزہ اس کی دائیں جانب، زکوٰۃ اس کی بائیں جانب اور دوسرے نیک اعمال، صدقہ وخیرات، صلہ رحمی اور لوگوں سے اچھا سلوک وغیرہ، اس کے پاؤں کے پاس آجاتے ہیں، جب اس کے سر کی طرف سے کوئی آتا ہے تو نماز اس کو قریب آنے سے روکتی ہے، اس کی دائیں جانب کوئی آتا ہے تو روزہ اس کو اپنے قریب آنے سے روکتا ہے اور آڑ بن جاتا ہے، اور جب بائیں جانب سے کوئی آتا ہے تو زکوٰۃ مانع بن جاتی ہے اور اس کو قریب آنے سے روکتی ہے، اور جب اس (مردے) کے پاؤں کی طرف کوئی آتا ہے تو اس کے نیک اعمال، یعنی صدقہ خیرات، صلہ رحمی اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک وغیرہ، آڑ بن جاتے ہیں۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ بیٹھ جاؤ، چنانچہ وہ بیٹھ جاتا ہے اور اس کو سورج ایسا دکھائی دیتا ہے جیسے کہ غروب ہونے کو ہے، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تم اس شخص کے بارے میں، جو تم میں مبعوث ہوا تھا، کیا کہتے ہو؟ اور اس کے متعلق کیا گواہی دیتے ہو؟

وہ کہتا ہے، مجھے ذرا نماز پڑھ لینے دو، اسے کہا جاتا ہے کہ تم عنقریب یہ کام کرلو گے، پہلے اس سوال کا جواب دو کہ تم اس شخص کے بارے میں جو تم میں مبعوث ہوا تھا، کیا کہتے ہو اور کیا گواہی دیتے ہو؟ وہ کہے گا کہ یہ محمد ﷺ ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں، اللہ تعالیٰ کے پاس سے دین حق لے کر آئے، اس سے کہا جائے گا کہ اسی بات پر تم زندہ رہے اور اسی پر تمہاری موت آئی اور ان شاء اللہ اسی امر پر تم زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے اس کے بعد اس کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جاتا ہے جس کو دیکھ کر اس کی خوشی اور رشک میں اضافہ ہو جائے گا، پھر اس کے سامنے دوزخ کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور اس کو کہا جاتا ہے کہ اگر تو نافرمانی کرتا تو دوزخ میں تیرا یہ ٹھکانہ اللہ نے تیار کیا تھا، اس کو دیکھ کر اس کی خوشی اور رشک میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اس کیلئے قبرستر ہاتھ کشادہ کر دی جاتی ہے، اور منور کر دی جاتی ہے، اور دوبارہ اس کا جسم پہلی حالت میں لوٹا دیا جاتا ہے، اور اس کی روح کو عمدہ اور پاکیزہ خوشبو میں رکھ دیا جاتا ہے، یعنی ان پرندوں (کے پیٹ) میں جو جنت کے درختوں پر چرتے پھرتے ہیں، اس آیت مبارکہ کا یہی مفہوم ہے: "يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ......" (۱۴۔ ۲۷)۔ (فرمایا کہ) کافر کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی اس کے سر کی طرف سے آتا ہے تو وہاں کچھ بھی نہیں ہوتا، بائیں جانب سے آتا ہے تو اس طرف بھی کوئی چیز موجود نہیں ہوتی، اس کے پاؤں کی طرف سے آتا ہے تو اس جانب بھی کچھ نہیں ہوتا۔ اس کو کہا جاتا ہے کہ بیٹھ جاؤ، پس وہ خوف زدہ اور سہمے ہوئے بیٹھتا ہے، اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ شخص کون ہیں جو تم میں بھیجے گئے تھے، اسے ان کا نام نہیں سوجھے گا، یہاں تک کہ اس کو بتایا جائے گا کہ وہ محمد ﷺ ہیں تو وہ کہے گا کہ مجھے نہیں معلوم، لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے میں نے سنا تھا، چنانچہ میں نے بھی ان کی طرح کہہ دیا تھا، اسے کہا جاتا ہے کہ تو اسی بات پر زندہ رہا، اور اسی بات پر تجھے موت آئی اور ان شاء اللہ اسی حالت میں دوبارہ زندہ ہوگا، پھر اس کے لئے دوزخ کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور اس کو کہا جاتا ہے کہ دوزخ میں یہ تیرا ٹھکانہ ہے، اس کو دیکھ کر اس کی حسرت اور

ہلاکت میں اضافہ ہو جاتا ہے، پھر جنت کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ اگر تو فرماں برداری کرتا تو جنت میں یہ ٹھکانہ (مقام) اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے تیار کیا تھا، اس کو دیکھ کر اس کی حسرت اور ہلاکت اور بھی بڑھ جاتی ہے، پھر اس کی قبر (اس قدر) تنگ کر دی جاتی ہے کہ ادھر کی پسلیاں ادھر نکل جاتی ہیں، یہی مطلب ہے "مَعِيْشَةً ضَنْكًا" کا جس کا اس فرمان خداوندی میں ذکر آیا ہے:

﴿فَإِنَّ لَهُ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَعْمٰى﴾

"مطلب یہ ہے کہ جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا۔" [أخرجه ابن حبان (۷۷۷/موارد) والحاکم (۱/۳۷۹، ۲/۱۲۴)]

الحمدللہ "ستّون قصّة رواها النبی صلی اللہ علیه وسلّم والصّحابة الکرام" کا پہلا سلیس اردو ترجمہ ۱۰۔ جمادی الاخری ۱۴۲۶ھ/۱۸ جولائی ۲۰۰۵ء کو مکمل ہوا۔

ابوالحسان حافظ خالد محمود بن مولانا حافظ ولی محمد قدس اللہ روحہ،

(مدرس) جامعہ اشرفیہ لاہور،

و (نائب الرئیس) لجنة المصنفین لاہور

صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبه وآله وصحبه و بارک وسلّم